تحقیق علوی اعوان فی اولاد عباسؑ علمدار
تحفة الاعوان
شاہ دل اعوان

اللہ

کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے

تحفۃ الاعوان

شاہ دل اعوان

شجرہ نسب علوی اعوان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

ابو الفضل عباسؒ

عبید اللہؒ

حسنؒ

حمزۃ الاکبرؒ

جعفرؒ

علیؒ

قاسمؒ

طیارؒ

ابو یعلی حمزہؒ

یعلیٰؒ

عونؒ

(قطب شاہ)

انوار عمسیہ۔ تاریخ زاد الاعوان۔ توضیح الانساب۔ منظر سون

تحقیق قبیلہ اعوان پاک و ہند

تحفۃ الاعوان

شاہ دل اعوان

افکار الاعوان پاکستان

F-8 مرکز اسلام آباد 03008608035

awan@alviawan.com www.Awans.com.pk

ISBN 978-969-23103-0-7

نام کتاب: تحفۃ الاعوان

تحقیق: شاہ دل اعوان

معاون: گل سلطان اعوان

تحقیقی معاونت: محمد ریاض انوال اعوان، خورشید حسن اعوان، ضیغم سلطان اعوان

پیشکش: عطا محمد ترکا اعوان

خصوصی تعاون: کیپٹن (ر) غلام محمد اعوان

اشاعت اول: مارچ 2016ء

پرنٹر: فیض الاسلام پریس راولپنڈی

ناشر: افکار الاعوان پاکستان

ملنے کا پتہ

1۔ 2۔ ردے بلاک، ڈسٹرکٹ کورٹس F-8 مرکز اسلام آباد

2۔ اعوان پراپرٹی اقبال بلیوارڈ نزد گیٹ نمبر 3 فیز ٹو DHA اسلام آباد

3۔ 161/A جوڈیشل ہاؤسنگ سوسائٹی لالہ زار ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

4 ۔ ڈیرہ ترکا کوٹ اعوان 35 شمالی سرگودھا

5۔ نذیر بک ڈپو، نوشہرہ وادی سون خوشاب

6۔ سرگودھا بک ڈپو، اردو بازار سرگودھا

انتساب

اولاد عباس علمدارؑ

کے نام

کہ کبھی جن کے وجود کا انکار کیا گیا

اور

کبھی ان کی شناخت

چھپانے کی کوشش کی گئی

قرآن کریم

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

ترجمہ:اے لوگوں ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

(سورۃ الحجرات 13)

احادیث مبارکہ

تعلمو امن انسابکم ما تصیلون بہ ار حامکم

ترجمہ:اپنے نسب سیکھو کہ تم تقاضائے رشتہ داری سے عہدہ برا ہو سکو

(ترمذی،مسند احمد)

من ادعی الی غیر أبیه و هو یعلم أ نه غیر ابیه فالجنة علیه حرام

ترجمہ: جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا جب کہ وہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو جنت اس پر حرام ہے۔

(مسلم شریف حدیث نمبر 222)

عرضِ حال

برصغیر پاک و ہند کے ماضی کا المیہ رہا ہے کہ اگر اس کی کوئی تاریخ لکھی گئی تو وہ صرف حکمران طبقے ہی کی تاریخ لکھی گئی یا پھر اسی طبقے کے نقطہ نظر اور خوشنودی کے لئے لکھی گئی اور عوام کے ماضی کو یکسر فراموش کر دیا گیا۔ خاص طور پر پنجاب کی تاریخ پر مواد کی کمی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج سو سال گزر جانے پر بھی سید عبداللطیف کی کتاب "تاریخ پنجاب" معلومات کے حصول کا ایک اہم ذریعہ متصور ہوتی ہے۔ حالانکہ اب تک اُس کی جگہ کئی کتابوں کو نئے تحقیقی مواد کی روشنی میں آجانا چاہیے تھا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے ہاں تاریخ ایک جگہ ٹھہر گئی ہے۔

نئے افکار و نظریات کی کمی نے تاریخ پر ہونے والی ضروری تحقیق کو ابھرنے نہیں دیا۔ تاریخی مواد کی کمی، اندھی تقلید، اور تحقیق کے رجحان سے انحراف ہی کا نتیجہ ہے، کہ ہم پنجاب اور دیگر مقامی اور قبائلی تواریخ اور اُن کی پیچیدگیوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ لہذا آج ایسی تاریخی تحقیق کی ضرورت ہے، جو اندھی تقلیدی روش کے زیر اثر لکھی گئی مقامی تاریخوں کا عقلی، علمی اور ٹھوس بنیادوں پر تجزیہ کرتے ہوئے ممکنہ حد تک حقائق سامنے لائے۔

شاہ دل اعوان کی زیر نظر کتاب "تحفۃ الاعوان" جو بظاہر ایک قبیلے کی تاریخ ہے۔ تحقیقی تاریخ لکھنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ تحفۃ الاعوان کا بنیادی موضوع 1896ء سے لے کر 2015ء تک لکھی جانے والی اُن تمام کتابوں کا تجزیہ ہے۔ جو قبیلہ اعوان کی تاریخ کے طور پر لکھی گئیں اور کم و بیش تمام کا بنیادی

ماخذ ''مرات مسعودی'' از عبدالرحمٰن چشتی رہی۔

لہٰذا مصنف نے انتہائی مہارت سے مرآت مسعودی کے تاریخی جھول واضح کئے۔خواب اور مکاشفے کی بنیاد پر مرآت مسعودی میں ترتیب دیئے گئے، شجرہ نسب کا علمی اور کتابی حوالے سے تجزیہ پیش کیا۔

مرآت مسعودی ہی میں محمود غزنوی کی بہن سترمعلی اور بیان کردہ بھانجے سالار مسعود شہیدؒ کی روایت کو دربار غزنوی کے وقائع نگاروں کی تحریروں کی روشنی میں جانچا گیا۔

گویا زیرنظر کتاب تحقیقی تاریخ نویسی کی ایک عمدہ کاوش ہے۔مزید تاریخ کے موضوع پر مصنف کی پہلی کوشش ہے اور علمی حلقے توقع رکھتے ہیں کہ تحقیق کے میدان پہ کتاب پیش خیمہ ثابت ہوگی۔

اگرچہ راقم کا اپنا تعلق سادات فاطمیہ کے نقوی بخاری خانوادے اور محقق علامہ باقر ھندی مرحوم کے گھرانے سے نسبت ہے۔ایک تو تاریخ کا طالب علم، مزید اُسی علاقہ اعوان کاری (وادی سون) سے تعلق ہونے کی بنا پر مقامی اعوان قبیلے کے بارے اپنے بزرگوں اور آباواجداد کے توسط سے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی روایات، بھی ایک طرح کے علمی ذخیرہ کا درجہ رکھتی ہیں۔آثار و قرائن میں بودوباش، طرز معاشرت، شکل وصورت خدوخال، عادات وخصائل غرض کہ ہر لحاظ سے علاقہ اعوان کاری کا، اعوان قبیلہ پاک وہند میں علوی اعوان ہونے کے دعوے دار لوگوں سے جدا نظر آتا ہے۔اور اس طرح اس گئے گزرے دور میں بھی ایفائے عہد، سخاوت، بہادری، مہمان نوازی، مظلوم کی مدد اور دادرسی اِس علاقے میں وجہ شرف خیال کی جاتی ہیں۔بالکل عربوں ہی کی طرح علاقے بھر میں پھیلی ہوئی اپنے قبیلے کی مختلف شاخوں کی خوبیاں اور خامیاں عام لوگوں کو

بھی از بر ہوتی ہیں۔صدیوں پرانی دشمنیاں اور حلیف قبیلوں اور دوستوں کے احسانات بھی سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی روایاتی تاریخ کے طور پر انہیں یاد رہتے ہیں۔ ایک اور مشاہدہ جو صرف عرب دانش کا خاصہ ہے، ہر گاؤں میں ایسے بزرگ عام ہیں جو کسی بھی اجنبی کے خدوخال دیکھ کر بتا دیتے ہیں کہ نوجوان قبیلے کی کس شاخ اور کونسے گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔

اعوان کاری خصوصاً وادی سون واحد علاقہ ہے۔ جہاں صرف اور صرف علوی اعوان اور ساداتِ فاطمیہ ہی آباد ہیں۔اور بلا شرکت غیرے صدیوں سے سینکڑوں مربع میل علاقے پر متصرف ہیں۔کسی بھی دور میں کسی کا غلبہ قبول نہیں کیا۔ سادات کے ساتھ رضاعت کے رشتے برقرار رکھنا سعادت اور اپنے ہی قبیلے میں یا پھر سادات فاطمیہ میں بچیوں کے رشتے کرتے ہیں۔

القصہ مختصر بزرگ ساداتِ فاطمیہ برملا اعتراف کرتے ہیں کہ مقامی علوی اعوان قبیلے نے موڈت اور اولادِ عباس علیہ السلام ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔راقم توقع رکھتا ہے کہ مصنف کی آئندہ آنے والی کتاب مزید تحقیقی تاریخ اور معلومات کے حساب سے جامع ہوگی۔

ڈاکٹر سید افتخار حسین بخاری
چیئرمین تھنکرز اینڈ رائٹرز فورم لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ بہت طبی بحث ہے جو بہت عرصہ سے چل رہی ہے کہ اعوان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔اس پر تقریباً تمام یا اکثر مورخ متفق ہیں جب آگے بات چلتی ہے تو بحث اس پر ہوتی ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہؒ کی اولاد ہیں یا حضرت غازی عباسؓ کی؟۔۔حضرت محمد بن حنفیہؒ امت میں واحد ہستی ہیں جن کے روایات کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتؓ کو خوشخبری دی کہ تمہارے بیٹا ہوگا اس کا نام میرے نام پر رکھنا اور میری کنیت بھی یعنی ابو القاسم اسے عطا کرنا یہ واحد ہستی ہیں ورنہ کنیت کی اجازت امت میں کسی اور کو حاصل نہیں یہ تو ان کا مرتبہ ہوا یعنی مرتبہ میں امام ابو القاسم محمد بن حنفیہ بھی ایک انفرادی خصوصیت رکھتے ہیں۔

رہی بات کہ اعوانان سون وونہار کس کی اولاد ہیں تو اب تک جو ہم نے سنا جو ہم نے جانا وہ یہ ہے کہ یہ حضرات حضرت غازی عباسؓ کی اولاد ہیں۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں اسی کو درست جانتا ہوں۔حقیقی علم اللہ کریم کے پاس ہے۔اللہ کریم ہمیں ان بزرگوں کی اطاعت اور نقش قدم نصیب فرمائے۔آمین

والسلام

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان۔چکوال

16.01.2016

جدید تحقیق

یہ بات روزِروشن کی طرح عیاں ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اشاعتِ اسلام میں صوفیاء کرام کا بہت بڑا حصہ ہے صوفیاء کرام کی تعلیمات ،خیالات اور کردار نے یہاں کے لوگوں کو اتنا متاثر کیا کہ انہوں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا،انہی صوفیاء کرام میں سے حضرت سلطان باہوؒ کا نام نامی بہت اہمیت کا حامل ہے۔آپ کی صوفیانہ شاعری پنجابی و فارسی نے لوگوں کو بہت متاثر کیا اور جب ان کے پرستاران کی سوانح حیات مانگنے لگےتو ان کے ساتھ بھی یہی ہوا جو صوفیاء کے ساتھ گدی نشین کرتے ہیں۔ان کے حالات تحریر کرتے وقت کم فہمی کی وجہ سے صحیح جائزہ پیش نہیں کر سکے مثال کےطور پر میاں محمد بخشؒ کو حضرت عمرؓ کی اولاد بتاتے رہے۔جدید تحقیق کے مطابق ثابت ہے کہ حضرت میاں محمد بخشؒ کا تعلق گجر قبیلے سے ہے۔اسی طرح باقیوں کے ساتھ بھی ہوتا رہا۔حضرت سلطان محمد باہوؒ کی حیات مبارکہ پر مناقب سلطانی انہی کے خانوادہ کے شخص نے تحریر کی اورانہوں نے جو شجرہ درج کیابعد میں آنے والے اسے معتبر سمجھ کے درج کرتے چلے گئے۔انہوں نے کسی معتبر حوالہ کتب سے شجرہ پیش نہیں کیا۔جدید دور میں تحقیق سائنسی انداز میں قدم رکھ چکی ہےاور سابقہ نقائص کو دور کرتی ہے۔

موجودہ دور میں شاہ دل اعوان نے سائنسی انداز میں حضرت عون قطب شاہ اور تاریخ اعوان پر ایک بھرپور کوشش کی ہے۔انہوں نے ان قدیم

کتب کو تلاش کیا جو ان باتوں پر روشنی ڈالتی ہیں۔کوئی بات اپنی جانب سے تحریر نہیں کی بلکہ حوالہ جات کو مدنظر رکھتے ہوئے تاریخ کا صحیح رخ اختیار کیا ہے۔ انہوں نے تاریخ علوی سے آغاز کیا اور تاریخ زادالاعوان، تاریخ باب الاعوان، تاریخ حیدری پر تبصرہ کر کے قلندرانہ جذبہ، تحقیقانہ انداز میں سچ اور جھوٹ کا فرق بتایا ہے۔ان کا یہ ہی کارنامہ کافی تھا کہ انہوں نے وہ تمام معتبر تاریخی کتب کو سامنے لے آئے لیکن جدید کتب سے موازنہ کر کے صحیح بات تک پہنچنا اس سے بھی بڑا کارنامہ ہے۔یہ کتاب اعوانوں کی تاریخ پر ایک لاجواب کتاب ہے جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

میں مصنف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی ان کے جذبہ شوق کو اور بڑھائے۔تاکہ تاریخی اغلاط کو دور کیا جا سکے۔ان کے خیالات سے اختلاف کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ تاریخی گواہی یا حوالہ جات ہوں۔ میری ان کے لئے یہ دعا ہے کہ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو۔

پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ شاہ ہاشمی

حرفِ دل

شاہ دل اعوان کی شاعری ''زخم تازہ ہیں'' پڑھنے کے بعد میں نے ایک تبصرے میں کہا تھا کہ شاہ دل اعوان ''دل'' سے لکھتا ہے اور دل میں اترنے کا فن جانتا ہے۔لیکن آج میرے ہاتھ میں ان کی ایک نئی اور منفرد کتاب کا مسودہ ہے جس پر مجھے اظہار خیال کرنا ہے۔مسودہ پڑھنے کے بعد محسوس ہوا کہ موضوع کوئی بھی ہو۔شاہ دل جو لکھتا ہے تپاکِ جاں سے لکھتا ہے۔اور واقعی دل میں اتر جاتا ہے۔''تحفۃ الاعوان'' دراصل اس تحقیق کا نتیجہ ہے جو اعوان تاریخ اور اصل حقائق پر پڑے ہوئے گردوغبار کو ہٹا کر حقیقت تک پہنچنے کی لاجواب کوشش اور کامیاب سعی ہے۔گویا یہ تاریخی،علمی اور تحقیقی کتاب اعوان تاریخ سے دلچسپی اور حقائق جاننے کے خواہشمند حضرات کے لئے واقعی شاہ دل اعوان کی طرف سے ایک تحفہ ہے۔

شاہ دل اعوان نے اس کتاب میں گزشتہ ایک سو سال میں اعوان تاریخ پر لکھی جانے والی کتابوں پر سیر حاصل تحقیق کے ذریعے ان کے فکری مغالطے آشکار کئے ہیں۔حضرت محمد حنفیہؒ کی اولاد ہونے کے دعویدار اعوان لکھاریوں کی تحریریں تضادات اور ابہام کا ملغوبہ دکھائی دیتی ہیں۔ان تمام حضرات کی تحقیق کی بنیاد اور علمی ماخذ عبدالرحمٰن چشتی کی کتاب مرآۃ مسعودی رہی ہے۔جسے ڈاکٹر محمد ناظم جنہوں نے اپنی PHD انگلینڈ سے 1931ء میں محمود غزنوی پر کی تھی اپنی کتاب میں مراۃ مسعودی کو کچھ تاریخی حقائق اور من گھڑت کہانیوں کا ملغوبہ قرار

دیا ہے۔(بشکریہ گلزاری صاحب)(The Life and Times of Sultan Mahmud of Ghazana Page 14)

۱۔ کسی کتاب کے مستند ہونے کی اولین شرط یہ ہے کہ اس کا وقائع نگار اگر شاید نہیں تو کم از کم اسی دور اور خطے سے تعلق رکھتا ہو۔

۲۔ یا پھر صاحب کتاب نے اس دور کے وقائع نگاروں کی تحریروں سے استفادہ کیا ہو۔ یا پھر مابعد کے قریب ترین دور سے تعلق رکھتا ہو۔ شاہ دل نے ان تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے تجزیاتی نتائج قارئین کے سامنے رکھ دیئے۔ کہ" مرآۃ مسعودی" کی کسی بھی تحریر میں محمود غزنوی دور کے کسی بھی وقائع نگار کی تحریر کا کوئی حوالہ نہیں۔

مکاشفوں اور خوابوں کی بنیاد پر مرتب کردہ کتاب تاریخی کتاب کہلانے کی مستحق نہیں۔ مستند تواریخ کے مطابق سلطان محمود غزنوی نے اجمیر کبھی فتح نہیں کیا۔

اجمیر قلعہ تارا گڑھ کا محاصرہ سلطان کے زخمی ہونے پر اٹھا لیا گیا تھا سلطان محمود غزنوی کے تارا گڑھ پر ناکام حملے کے 170 سال بعد سلطان شہاب الدین غوری نے اجمیر اور قلعہ تارا گڑھ پر فتح کا پرچم لہرایا۔ پھر اجمیر کو سالار ساہو کے ہاتھوں فتح کرانا اور سید سالار مسعود شہید کی اجمیر میں پیدائش عقل و دانش سے بالاتر ہے۔ اس کتاب کے رد کے لئے اعجاز خسروی میں دیا گیا حوالہ کہ یہ ایک تراشا ہوا افسانہ ہے کافی ہے۔

مزید شاہ دل نے حنفی اعوان ہونے کے دعویدار مورخوں کے بار بار تبدیل ہوتے شجروں کے ایک ایک کردار پر بحث اور تجزیہ کرتے ہوئے شکوک و شبہات کی دبیز گرد جھاڑ کر اصل حقیقت اور قاری کو روبرو کھڑا کر دیا ہے۔ شاہ

دل اعوان کا یہ موقف خاصا وزن رکھتا ہے حنفی اعوانوں کے ترتیب دیئے شجروں میں ہر نام کے ساتھ اپنی طرف سے لقب اور عرف کا اضافہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ خود ساختہ پیوند کاری قارئین کو متاثر کرنے کی ایک ناکام کوشش ہے۔کیونکہ عرب نسابہ کی کسی بھی کتاب میں جن کے حوالے حنفی اعوان لکھاریوں نے بار بار دیئے ہیں۔اصل عبارت میں کوئی لقب یا عرف نہیں ملتا ہے گویا ایسے حوالوں کا من مرضی کا استعمال علمی بد دیانتی کے سوا کچھ اور نہیں۔

شاہ دل اعوان نے ثابت کیا کہ حضرت عون بن علی بن محمد الاکبر بن امام علی کرم اللہ وجہہ کو حنفی اعوان لکھاریوں کی طرف سے (قطب شاہ) کا ٹائٹل اپنی طرف سے دیا کسی کتب میں نہیں ملتا۔البتہ الشجر والزکیہ فی نسب بنی ہاشم اور علامہ ربانی خلخالی سمیت دیگر نسابہ کی کتابوں میں عونؒ بن یعلی بن ابو یعلی حمزہ علوی عباسی کے نام کے ساتھ کہیں قطب شاہ اور کہیں قطب الہند کا ٹائٹل اور لقب ضرور ملتا ہے۔

شاہ دل کا موقف ہے کہ عرصہ ایک سو سال پر پھیلی ہوئی حنفی عباسی اعوان بحث میں وہ مہربان اپنے حق میں کوئی مستند اور ثقہ ثبوت پیش نہ کر سکے۔ مستند آزاد تاریخ میں کسی جگہ اپنے خود ساختہ سپہ سالاروں کو محمود غزنوی کا سالار ثابت نہ کر سکے۔تو بالآخر عونؒ بن یعلی بن ابی یعلی کی حقیقت سے متاثر ہو کر اعوان تاریخ پر شکوک وشبہات کی ایک اور تہہ جمانے کے لئے عونؒ بن علی بن محمد الاکبر کو قطب شاہ کا لقب عطا کر دیا۔

غرضیکہ کتاب ہذا میں مصنف نے سپہ سالار قطب حیدر جو اسغر ائن کے قلعہ میں قتل کر دیا گیا تھا، کا تذکرہ اور حوالہ دیکر قطب حیدر سپہ سالار کی اولاد ہونے کے دعویداروں کو تحقیق وجستجو کی ایک نئی راہ دکھا دی ہے۔ کیونکہ ایلک

خانیوں کے آخری حکمران ابو سعید کے خاتمہ کے بعد ہرات، سبزہ وار اسفرائن اور شمالی ایران میں عوام 737 ھ میں ان کے اعمال اور ظلم وستم اور لوٹ کھسوٹ کے اٹھ کھڑے۔ اسے ایران تا موجودہ پاکستان دور طوائف الملو کی کہا جاتا ہے۔

760ھ میں قطب حیدر سپہ سالار ہرات اسفرائن سبزہ وار میں برسر اقتدار آیا اور 761ھ کو سالار خواجہ مسعود اور لطف اللہ کی باہمی سازش سے قتل کر دیا گیا۔

شاہ دل نے گویا حقی اعوان ہونے کے دعویداروں کو جو سالار قطب حیدر ہی کو ہر صورت میں جد اعلیٰ بنانے پر بضد ہے ان کے لئے تحقیق کی ایک اور سمت وا کر دی ہے ان کی کتابوں میں ہرات اور قطب حیدر مرکزی کردار رہے ہیں۔

گل سلطان اعوان

تقریظ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ الحجرات میں ارشاد فرمایا ہے:

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ
عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا
تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں
زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو۔

مذکورہ بالا ارشاد سے دو باتیں واضح ہیں: ایک یہ کہ پہچان کے لیے انسانوں کو مختلف قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا جانا، اور دوسری یہ ہدایت کہ انسانوں میں بزرگی کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیزگاری پر ہے۔ اس حوالے سے اگر غور کیا جائے تو پہچان کی حد تک قبائل کی شناخت کی اہمیت بڑی واضح ہے لیکن اللہ رب العزت نے حضرتِ انسان کی فطرت کے پیشِ نظر ساتھ ہی بتلا دیا کہ حسب، نسب یا خاندان اور قبائل ہرگز انسانی شرف ومنزلت کا معیار نہیں ہیں بلکہ عظمت اور بزرگی کا حقیقی معیار تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اس معیار کو پیشِ نظر رکھ کر لوگوں کی آپس میں نسب کی پہچان کے لیے قوموں کے حوالے سے قبائل کی تقسیم کی اہمیت سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اسلام نے جہاں علم کے دیگر بہت سے میادین کو وجود اور ترقی عطا کی، وہیں اپنے آباء و اجداد اور نسب کے بارے میں معلومات وشجرات کو ترتیب دینے والے علم الانساب کو بھی نمو بخشا۔ شاہ ولی اعوان صاحب ایڈووکیٹ کی زیرِ نظر کتاب "تحفۃ الاعوان" اسی سلسلے کی ایک تحقیقی کاوش ہے جس میں انہوں نے برصغیر پاک وہند

میں قبیلہ اعوان کی تاریخ پر تحقیقی کام کیا ہے اور اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے ان فکری مغالطوں اور تضادات سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے جس نے تاریخِ اعوان کو شکوک وشبہات کی گرد میں گم کر دیا تھا۔

حضرت عون بن یعلٰی قبیلہ اعوان کے جد امجد ہوگزرے ہیں۔ آپ نہایت باریک بیں، اعلٰی اطوار اور لطیف ذوق کے مالک تھے۔ حاضر جوابی میں تو کوئی ان کا ثانی نہیں تھا۔ گیارہویں پشت میں آپ کا شجرۂ نسب مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جاملتا ہے۔ آپ قطب شاہ کے نام سے معروف ہوئے۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؓ سے انہیں خاص محبت وعقیدت تھی۔ شاہِ جیلاں کے حکم پر ہی قطب شاہ برصغیر پاک وہند تشریف لائے اور بے شمار لوگ ان کے دستِ اقدس پر مسلمان ہوئے۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے نسبت کے باعث اعوان خود کو علوی لکھتے ہیں۔ فارسی میں عون کی جمع اعوان ہے۔ چنانچہ عرب اور فارس میں تو یہی لفظ لکھا گیا ہے۔ بلاشبہ قبیلہ اعوان کی اہل بیتِ اطہار سے نسبت بڑے شرف ومنزلت کا باعث ہے۔ اسی نسبت کی خالصیت کے جذبے نے شاہ دل صاحب ایڈووکیٹ کو آمادہ کیا کہ شجرۂ نسب علوی اعوان کی حقیقت پر روشنی ڈالی جائے۔

ادارہ افکار الاعوان کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والی شاہ دل اعوان صاحب کی یہ تصنیف بلاشبہ اعوان برادری کے لیے بڑی ضمانیت کا باعث بنے گی۔ اُمید کی جانی چاہیے کہ وہ مستقبل میں بھی اپنے تحقیقی جذبے کو بروئے کار لاتے ہوئے دیگر اہم قومی موضوعات پر اپنی تخلیقی سرگرمیاں جاری رکھیں گے۔

(جلیل احمد ہاشمی)
صدر شعبہ ادبیات
فرید ملتؒ ریسرچ اِنسٹی ٹیوٹ
تحریک منہاج القران

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ تحفۃ الاعوان کے بارے میں۔۔۔

خالق کائنات جو احسن الخالقین بھی ہے اور ربّ السمٰوٰت بھی ہے، نے آدم کو احسن التقویم بنا کر کرہ ارض پر اپنا نائب بنا کر بھیجا۔ جنت سے نکلتے وقت فرشتوں نے آدم کو الوداع کرتے ہوئے کیا خوب کہا کہ

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضاء دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

آنکھیں کھلی ہوں تو فلک بھی زیرنگیں فضاء و سورج کی حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ انسان کی آنکھیں کھلی ہوں یہی شرفِ انسانیت کی بنا ہے۔

اگر آنکھوں میں ہو اندازِ ما ذاغ البصر پیدا
کھلے منہ جگمگاتا ہے جمالِ سرمدی اب بھی!

تو یوں ربّ السمٰوٰت والارض نے کمالِ لطف و کرم سے اولادِ آدم کو یا بنی آدم کہہ کر وحدت عالم انسانی کی بنیاد رکھ دیا اور یوں بنی آدم پہلا قبیلہ معرض وجود میں آیا۔ عجیب اتفاق ہے۔ کہ رب العزت نے ہی مختلف اوقات زمانہ میں اپنے ہادی و مرسل انسانیت کے خدوخال کو سنوارنے کا اہتمام فرمایا۔ اور یوں یہ سلسلہ تربیت، ہدایت آخریں کی صورت، حضور ختمی المرتبت ﷺ جو حیات جہاں اور روح نظم و نظام میں مکمل و اکمل ہے نے جب انسانیت کو سنوارنے، ابن آدم کو نکھارنے کی تربیت کی تکمیل کر دی، تو رب العزت نے اِسی قبیلہ بنی آدم کو **"یاایھاالمومنین"** کہہ کر پکارا۔ بس نگاہِ خالق ارض و سماء کے نزدیک یا بنی آدم

اور یا ایھاالمومنون ہی قبیلہ ہے ۔اور بس!!

اولادِ آدم پھیلتی گئی اور اکنافِ عالم میں اپنی سماجی زندگی کو ترتیب دینا شروع کیا اور یوں علمِ تاریخ نے قرطاسِ شعور میں قدم رکھا۔مختلف قبائل معرض وجود میں آئے اور ہر قبیلہ نے اپنے جد امجد اور سردار کی عظمت و قدر کو تسلیم کرتے ہوئے میدان کارزار میں اپنی حیثیت منوائی۔مگر وہ کبھی بھی اپنے قبیلہ کے سردار کے "نسب" کے بارے میں کبھی تفریق و تشکیک اور انتشار کا شکار نہیں ہوئے کیونکہ یہ معاملہ اُن کی حریت ، انا، غیرت ایمانی اور حمیت انسانی کا تھا۔ بلکہ وہ اسی سردار کے فرماں بردار و مطیع بن کر، اپنی جانوں کا نذرانہ دیکر اپنی تاریخ خودنوشت کرتے رہے!!

اگر آپ کو کشاکش زیست سے، چاک و دستِ گریباں سے چند لمحوں کی فرصت نصیب ہوتو رومن ایمپائرز کی تاریخ پر ایک طائرانہ نگاہ ہی ڈالیں ،شرط یہ ہے کہ آپ پہلے تعصبات کی عینک اتاریں ۔تو آپ کو بے انتہاءقبائل کی تاریخ کا علم ہوگا، ہر قبیلہ کی پہچان و شناخت اس کے جد امجد اور سردار کے نام سے تھی۔ یہی ان کے لئے وجہ افتخار تھی۔انہوں نے اپنے قبیلہ کے جد امجد اور سردار کے نسب کے بارے میں دو رائے قائم کر کے فساد فی الارض کا حصہ نہیں بنے! آپ برطانیہ کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں آپ کو مختلف قبائل میں پورا برطانیہ منقسم ملے گا۔ مانا کہ وہ بعد میں ہنری ہفتم کے زمانہ میں مذہبی طور پر کیتھولک اور پروٹسٹیٹ کے فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور آج تو اتنے فرقے بن گئے ہیں کہ تاریخ بھی شرمندہ ہوگئی ہے ۔مگر کوئی ایک قبیلہ نسبی طور پر تفریق کی لعنت کا شکار نہیں ہوا۔

آپ ایران کی پرانی اور موجودہ تاریخ کا مطالعہ کریں۔ افغانستان اور بلوچستان کی قبائلی تاریخ کا مطالعہ کریں۔ خیبر پختون خواہ کی قبائلی تاریخ کا

مشاہدہ کریں۔ ہندوستانی قبائل کی تاریخ کو دیکھیں۔انتشار و خلفشار، جنگ و جدل ضرور ملے گا۔مگر نہیں ملے گا تو نسبی طور پر اختلاف نہیں ملے گا۔ ہر قبیلہ اپنے قبیلہ کی روایات اور سردار پر ناز و فخر کرتا ملے گا۔

اب آتے ہیں تاریخِ اعوان کی طرف!! تمام اعوانوں کو شکر گزار ہونا چاہیے حکیم غلام نبی اعوان کا۔جسے اعوانوں کی تاریخ مُرتب کرانے کا جنون تھا۔ اُن کا فقط یہی منشاو حاصل زیست تھا۔انہوں نے مولوی حیدرعلی لدھیانوی سے کہا کہ وہ تاریخ اعوان لکھیں۔ جو ثقہ تاریخ ہو۔مولوی حیدرعلی نے وہی کام کیا جو بچن پروردہ تندور سے روٹی مانگ کر کھاتے رہے، گداگروں سے پوچھ پاچھ کر تاریخ کے حُسن کو نوچ ڈالا۔ کاش حیدرعلی اور اُن کے پیش رو اور پیروکار اپنی پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے تاریخ اعوان کو مسخ نہ کرتے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ مولوی حیدرعلی اور اسی قماش کے دیگر بہرے، لولے، بے بصر و بےبصیرت، انا و حمیت فروش خود ساختہ تاریخ دان سے یہی توقع کی جاسکتی تھی۔انہوں نے بغیر تحقیق اعوان قوم کو حضرت محمد حنفیہؓ کی اولاد بنا ڈالا۔اس کے اپنے رشتہ داروں نے اسے کرایہ کا لکھاری کہہ دیا۔اُس نے اپنے پیٹ کی دوزخ بجھانے کے لئے اپنی انا کو سولی پہ چڑھا دیا۔

کالاباغ کی زمین سے،قوم کو سبز باغ دکھانے والا، حیدرعلی کا ایک اور ہم زاد پیدا ہوا جس کا نام تھا، ملک شیر محمد اعوان۔جس نے اعوان قوم کی تاریخ کو مسخ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔نہ ضمیر کی آواز سنی، اور نہ مولائے کل علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ اور نہ حضرت عباس علمدارؓ سے شرمندگی و ندامت کا احساس کیا۔اور نہ اعوان قوم میں افتراق و انتشار کا احساس کیا۔ ذاتی مفادات کی خاطر اعوان قوم سے دشمنی و عداوت کی حد کر دی! ایک معروف،

حریت پسند قوم اعوان کی حرمت کو بیچ چورا ہے چند ٹکڑوں کے عوض بیچ ڈالا۔ جو کام عبداللہ بن اُبی سے رہ گیا تھا۔ وہ شیر محمد آف کالا باغ نے پورا کر دیا۔ عوام باشعور ہے۔ تاریخ لکھی نہیں گئی، لکھوائی گئی ہے۔

میں پھر آتا ہوں حکیم غلام نبی کی طرف! حیدر علی کی خود ساختہ، سنی سنائی باتوں پر مبنی تاریخ سے دل برداشتہ نہ ہوئے۔ ہمت نہ ہاری۔ عشق اور جوش، جذبہ و جنون اور بڑھ گیا اور پھر یوں اُن کی نگاہ انتخاب وادی سون کے گاؤں کفری (نیا نام صدیق آباد) کے ایک مایہ ناز سپوت مولوی نورالدین سلیمانی کو تکرار سے تاریخ اعواناں لکھنے کیلئے کہا۔ میرا پروردگار نے علاقہ سون کے مقدر میں یہ سعادت لکھی کہ اس کے ایک مورخ نے تاریخ باب الاعوان اور زاد الاعوان لکھی۔ تاریخ لکھنے سے پہلے سو سے زیادہ تمام زبانوں پر مشتمل کتب تاریخ کا مطالعہ کیا۔ نہایت عرق ریزی اور عمیقانہ انداز و فکر سے، تاریخی صداقت اور سچائی کے ساتھ ثابت کیا کہ اعوان قوم حضرت عباس علمدارؓ بن علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد ہیں۔ لو! محبت حسین اعوان اب تم بھی اپنی ہٹ دھرمی سے باز آجاؤ۔ حقیقت کو تسلیم کر لینا عین ایمان کی نشانی ہے ویسے بھی دو مومنوں کے درمیان اختلاف باعث نجات نہیں ہوتا۔ تو یہ تو ہر وقت قبول ہوتی ہے۔ جن جھوٹے پتھر کے ناخداؤں اور افتراق کشیدہ تاریخ دانوں کا مقام سر جھکانا نہیں۔ بلکہ پاؤں کی ٹھوکر ہے! جناب نورالدین سلیمانی نے تاریخ باب الاعوان اور زاد الاعوان لکھ کر تاریخی صداقت اور سچائی کے ساتھ ثابت کیا کہ اعوان قوم حضرت عباس علمدارؓ کی اولاد ہیں۔ جناب سلیمانی کے بارے میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اب آیئے اس کتاب کی طرف۔۔۔یعنی تحفۃ الاعوان کی طرف، جس کے مصنف ہیں شاہ دل اعوان! ان کا تعلق بھی وادی سون سے ہے۔ یہ وادی سون ماضی میں بھی اور آج بھی علم و ادب کا گہوارہ رہی ہے۔ ثقافت کے لئے بھی یہ خطہ بڑا مالا مال ہے جمالیاتی نقوش اس کے ماتھے کا جھومر ہیں۔ اس دھرتی کے سینے میں شجاعت و تہور کے پیکر محو استراحت ہیں۔ یہ ولیوں اور اولیاء کی سرزمین ہے، ان کی داستانوں سے آج بھی یہاں کے جیالے زندگی کی حرارت کشید کرتے ہیں۔ یہ کام بہت ہی کٹھن اور مشکل تھا۔۔۔اسے خود بھی پتہ نہ تھا۔۔۔اگر پتہ تھا بھی ۔۔۔تو پرواہ نہیں کی

بھول کر شہر میں تیرے جو ہم آنکلے ہیں
دوستوں نے بھی ، رقیبوں نے بھی مارے پتھر

سمندروں کی مسافتیں تھیں۔۔۔بے شمار رفاقتوں کی رقابتیں تھیں ہر سمت اندھیرے کے سوا کچھ بھی تو نہ تھا۔ مگر اس کی ہمت، محنت شاقہ۔۔۔اعوان قوم کی لگن دل میں لئے شب و روز، بلند و پست کی دیوار گرانے کے لئے جنوں کے سمندر میں تیرتا رہا۔ لوگوں نے کہا بھی، کہ اس پتھروں کے دور میں کسی بے بسی کے ساتھ کچلی ہوئی مہر و وفا کو دیکھتے چلو اور سر جھکائے چلتے رہو! مگر اسے تو کہنہ روایات کو منانے کا جنون لاحق تھا۔۔ کہتا ہے

میرے اندر کے انسان نے مجھ کو یہ ہمت بخشی ہے
جھوٹوں کی محفل میں آکر بات کہی تو سچ ہی کہی ہے

شاہ دل اعوان، اعوان قوم سے کچھ نہیں مانگتا۔۔۔بس اتنا کہتا ہے اور یہ اس کا حق بھی بنتا ہے۔ حق لوٹا دینا عین سعادت ہے۔

اجاڑ بستی کے رہنے والو۔ میری صدائیں ذرا سنو تو
تم اپنے آنسو کے چند قطرے ہمیں بھی دینا تمہیں بھی دیں گے
شاہ دل اعوان ۔۔بڑا کام تو تم نے کر دیا ہے اب جو کام کرنے کے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ جناب مولوی نورالدین سلیمانی کا دن منائیں، مزار پر چادریں چڑہائیں۔
۲۔ جناب قطب شاہ کا دن منائیں۔
۳۔ جناب عباس علمدارؑ کا دن پورے جوش وخروش سے منائیں۔

منور حسین راہیؔ

نقطہ نظر

تحفۃ الاعوان پر جب کام شروع ہوا تو شاہ دل اعوان مختلف معاملات پر میرا نقطہ نظر جاننے کے لئے مجھ سے تبادلہ خیال کرتا رہا۔ ایک اعوان ہونے کے ناطے میری بھی دلی خواہش رہی کہ یہ جو بحث چل رہی ہے اسے جلد کسی منطقی انجام تک پہنچنا چاہئے اور حقائق سامنے آئیں۔ ان حقائق کو تسلیم کرنا چاہئے دلائل یا ثبوت کی روشنی میں کوئی رد کرے تو کرے ورنہ تنقید برائے رد سے قوم پہلے ہی بہت نقصان اٹھا چکی۔

میری خوش نصیبی یہ ہے کہ میرے آباؤاجداد کا تعلق علاقہ تلہ گنگ جبکہ عمر کا ایک حصہ کشمیر میں گزرہ ہے پھر وکالت کے شعبہ اور اعوان تنظیموں میں بھر پور عملی شرکت سے بہت کچھ جاننے کا موقع ملا ہے۔ اس کتاب تحفۃ الاعوان میں بڑے خوبصورت انداز میں کچھ سوال اٹھائے گئے ہیں جن کا جواب اگر ہو تو دینا چاہیے۔ رہی یہ بات کہ علاقہ اعوان کاری کے اعوان تو وہ اولاد عباس علمدارؓ ہیں۔ عون بن یعلیٰ کی اولاد نہ صرف اعوان کاری بلکہ کشمیر سمیت ملک کے کئی اور علاقوں میں بھی آباد ہے۔

اعوان قبیلہ کے نسب پر تو بہترین تحقیق پیش کر دی گئی اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اعوان تنظیمیں بھی عملی کردار ادا کریں۔ ان کے عہدیداران تنظیموں کو فعال بنائیں۔ قوم کو ایک پلیٹ فورم پر لاکر ترقی کی طرف قدم بڑھائیں۔

عامرہ بتول اعوان
ایڈووکیٹ ہائیکورٹ اسلام آباد

کلمات

میری خوش نصیبی ہے کہ میں نے جس گھرانہ میں آنکھ کھولی وہاں ملک اللہ یار اعوان جیسی ہستی کا سایہ نصیب ہوا۔ میرے دادا ملک اللہ یار باگھا اعوان مردوال اور علاقہ اعوان کاری سمیت پنجاب بھر میں اپنی منفرد شناخت رکھتے ہیں۔ آپ قدیم روایتوں اور ثقافتوں کے امین ہیں۔ ان سے ہمیں قیمتی معلومات ملیں وہاں ابتدائی تعلیم مردوال میں حاصل کرنے کے دوران ملک امیر حیدر باگھا اعوان جیسی شفیق ہستی کا پیار بھی ملا۔ وادی سون میں دارا کا نظام آج بھی فعال ہے تو قدیم روایتیں اور حوالے تواتر سے زیر بحث آتے ہیں۔

وہاں اپنے آباو اجداد کے نسب کا پتہ چلا الحمداللہ ہم اہلیان سون اور بالخصوص اہلیان مردوال میں باگھا فیملی کا شجرہ نسب حضرت عون قطب بغدادیؒ کے توسط سے حضرت عباس علمدارؓ سے ملتا ہے۔ اس میں کوئی دوسری رائے ہے ہی نہیں۔ اب اگر ہمارے خاندان کا کوئی فرد کچھ اور دعویٰ کرے تو فقط اتنا کہوں گا، اللہ پاک اسے ہدایت دے ورنہ مردوال میں باگھا برادری کا شجرہ نسب کچھ یوں ہے۔

عبدالرحمٰن و عالم خان بن ملک اللہ یار اعوان بن علی اکبر۔

محمد اکرم و مقصود الٰہی بن فضل الٰہی بن خان ملک۔

امیر حیدر بن کرم الٰہی بن خان ملک۔ مشتاق الٰہی و کرم الٰہی بن نور الٰہی بن خان ملک۔

فاروق بن رب نواز بن خان ملک

علی اکبر و خان ملک بن قلی خان

یہ روایات سینہ بہ سینہ اور خاندانی شجرہ جات و بندوبست سرکار میں درج ہیں۔

کتاب "تحفۃ الاعوان" ہمارے لئے ایک قیمتی اثاثہ ہے جو اعوان قوم کے لئے حقیقی تحفہ ہے۔

شفقت عباس اعوان

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور

دعاِ فرید

واقعہ کربلا کے بعد جب عرب میں علویوں کے لئے مشکلات بڑھی تو علوی مختلف ملکوں میں چلے گئے ۔اولاد حضرت عباس علمدارؓ بھی ہند سمیت مختلف ملکوں میں بکھر گئی ۔چونکہ علوی تبلیغ کرتے رہے اوران کا حلقہ احباب وسیع ہوتا گیا ۔مبلغ حضرت عون قطب شاہؒ سلسلہ قادریہ کی اشاعت کرتے رہے بعد میں ان کی اولاد نے یہ فریضہ نبھایا ۔وادی سون سے اعوان قبیلہ کی اکثریت آج بھی سلسلہ قادریہ سے منسلک ہے ۔شاہ دل اعوان کی اس کتاب کے بعد تاریخ اعوان پر کوئی تشنگی نہیں رہے گی ۔

دور حاضر میں اکثر لوگوں کے پاس جب ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کا وقت نہیں ایسے دور میں لوگوں کو انکے درست شجرہ نسب کی صحیح آگاہی دینے کی جسارت کرنے پر میں شاہ دل اعوان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔اس سے پہلے تاریخ میں اعوان قوم کے شجرہ نسب کو غلط ریفرنس دے کے لوگوں کو گمراہ کیا گیا مگر شاہ دل اعوان کی ریسرچ پر مبنی اس کتاب کے متعلق لکھتے ہوئے میں بہت فخر محسوس کر رہا ہوں ۔اور میری دعا ہے کہ یہ کتاب اعوان قبیلہ کے لئے مشعل راہ بنے ۔

خواجہ فرید مسعود تونسوی
آستانہ عالیہ پیر پٹھانؒ تونسہ شریف

سندِ تحسین

اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ادارہ افکار الاعوان پاکستان جس کی بنیاد 2011ء کے اوائل میں رکھی گئی تھی ۔ اپنے تجربہ کار نمائندگان کی دن رات محنت کی بدولت ترقی کی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ یہ ادارہ اعوان قوم کی تاریخ اور شجرے کو محفوظ کرنے اور اس قبیلے کی اپنے وطن عزیز پاکستان و مذہب اسلام کے لئے دی گئی قربانیوں، کارناموں اور خدمات کو دوسری قوموں اور قبیلوں میں متعارف کرانے کے لئے دن رات کوشاں ہے، اس ادارے کے لئے کام کرنے والوں نے اپنی دن رات کی کوششوں اور کاوشوں سے اعوان قوم کی عزت و عظمت کو نئے سرے سے زندہ کر دیا ہے۔ اس ادارے نے وادی سون اور پاکستان کے دوسرے علاقوں میں بسنے والی اس قوم کو نہ صرف ملک کے اندر بلکہ عرب، عراق، ایران، یمن، لبنان اور اردن کے نسابہ اور علوی برادری میں متعارف کرایا ہے۔

ادارہ افکار الاعوان ان سب بزرگوں اور دوستوں کا تہہ دل سے مشکور ہے اس ادارے کی طرف سے جولائی 2013ء میں ایک معروف کتاب معارف الاعوان اور مارچ 2015ء میں دوسری کتاب مشاہیر سون اعوان بھائیوں کی نظر کی گئی۔ ان دونوں کتابوں نے تحقیق کے میدان میں تہلکہ مچا دیا۔ تحقیق کا دائرہ تیزی سے آگے بڑھا نئی نئی باتیں سامنے آئیں چنانچہ جناب شاہ دل اعوان ایڈووکیٹ نے ایک نئی کتاب تحفۃ الاعوان لکھ کر اپنی قوم اور قبیلے سے محبت کا

ایک اور بہترین ثبوت پیش کیا ہے۔موصوف اس سے پہلے شاعری پر دو جبکہ نثر میں تین کتابیں شائع کر چکے ہیں۔یہ جناب کی چھٹی جبکہ ادارہ افکار الاعوان کی تیسری کتاب ہے۔اتنی کم عمر میں اتنی بڑی کاوش ایسی خوش نصیبی بہت کم لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔آپ نے اس کتاب میں اعوان قوم کے لئے تحقیق کی نئی راہیں تلاش کی ہیں۔راقم کے خیال میں شاہ دل اعوان کی یہ کاوش قابل تحسین بھی ہے اور لائق ستائش بھی ہے۔جناب کو جتنی بھی داد دی جائے کم ہے۔راقم دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی کاوش قبول فرمائے اور اعوان قوم کو اس کتاب سے رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔امین

محمد ریاض انوال اعوان
کوٹ سارنگ۔تلہ گنگ

تائید

موجودہ دیہہ کھبیکی کی بنیاد ملک اعظم خان نے رکھی۔ مرکزی جامع مسجد اور تالاب بانی کھبیکی ملک اعظم خان کی آج تک یادگار ہیں۔ میرا تعلق والد محترم غلام سرور خان بن رسالدار میجر ملک سلطان مبارز بن عالم خان بن فتح خان بن ملک سلطان محمود بازاں والا بن ملک نور خان مدھوال بن ملک شیر شاہ بن ملک اعظم سے ہے۔

ہم نے ہمیشہ پڑھا اور اپنے آباء و اجداد سے سینہ بہ سینہ سُنا کہ ہم الحمداللہ اولادِ علی بہ نسبت غازی عباسؑ ہیں۔ چونکہ ہمارا خاندان کھبیکی سے موضع جابہ تک ذیلدار اور تین مواضعات کے نمبر دار ہے۔ اس وقت بھی ہم ایک باپ کی اولاد یعنی ملک سلطان محمود بازاں والے کی اولاد موضع کھبیکی نمبر دار، ملک مختار احمد اعوان سابقہ ایم پی اے چیئرمین یو سی، نمبردار جابہ ملک اکرم حیات سابقہ ناظم یوسی کھبیکی ہیں۔ ہمارے خاندان کی ہمیشہ سے علاقے کے لئے سیاسی و سماجی خدمات ہیں اور میرے والدین اور دادا جی ملک سلطان مبارز خان اور کرنل گل شیر کی پاکستان کے لئے فوجی خدمات ہیں۔

ہمارے علاقہ میں چوپال کو دارا کہا جاتا ہے اور دارا لفظ عرب سے آیا ہے۔ حضرت عبدالمطلب کی چوپال کا نام بھی دارالندوہ لکھا گیا ہے۔ قدیم روایات اور ہمارے علاقہ وادی سون کے تمام اعوان اور خاندانِ سادات اس بات پر متفق ہیں کہ ہم اعوان اولادِ غازی عباسؑ ہیں۔

ملک غلام حیدر اعوان
کھبیکی وادی سون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں تاریخ کی اتھاہ گہرائیوں میں غوطہ زن ہوا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہر مولف نے پدرم سلطان بود کا نعرہ لگایا۔ لیکن مولانا نور الدین غفرویؒ نے کتب زاد الاعوان اور باب الاعوان میں تحریر کیا کہ اعوان عباس علمدارؑ کی اولاد ہیں بالکل درست ہے۔ ہماری قدیم روایات میں بھی یہی کہا جاتا ہے۔

ظفر علی نازؔ
کھوڑہ وادی سون

مقدمہ

(بغداد سے سُون تک)

اعوان کون ہیں؟ کہاں سے آئے؟ کہاں کہاں آباد ہیں؟ یہ وہ سوال ہیں جن پر پچھلے ایک سو بیس سالوں سے لکھا جا رہا ہے۔ ہر نیا لکھنے والا اپنی منطق سے لکھتا ہے، تاریخ دن بدن الجھتی جا رہی ہے۔ عام اعوان جو شجرہ نسب کی باریکیوں سے نا آشنا ہیں وہ الجھ کر رہ گئے ہیں کہ آخر اعوان قوم کی حقیقت ہے کیا؟

اس سلسلے میں جہاں تک میں سمجھ پایا ہوں، آج تک ہونے والی تحقیق کی تاریخ آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں ۔ اعوان لکھاریوں نے اب تک کہاں کہاں، کیا کیا؟، اس کتاب میں کچھ اس انداز سے جائزہ لیا گیا ہے کہ جس سے ایک عام اعوان بھی بات سمجھ سکے گا، کہ اعوان اصل میں کون ہیں اور کہاں سے آئے۔ یہ جو نسب میں پیوند کاری اور سنی سنائی باتوں پر قوم کو الجھایا گیا اس کا نہ صرف مفصل احوال بیان ہے، بلکہ حقیقت بھی منظر عام پر لائی جا رہی ہے۔

کاش یہ نام نہاد محققین اور خود پسند مورخین اس موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے کتب ہائے نسب اور اسمائے رجال کا تفصیلی مطالعہ کر لیتے تو یہ الجھی ہوئی تاریخ وجود میں نہ آتی۔ اس گروہ کے ترتیب دیئے گئے شجروں کو دیکھئے شجرے میں موجود ہر نام کے ساتھ "لقب" یا "عرف" لازمی لگایا گیا ہے دراصل یہ شجروں میں پیوند کاری ہے۔ جن سے تاریخ کو تو ثابت نہ کر سکے اور ایک

افسانہ لکھ دیا۔ یہ شجرے ترتیب دیتے ہوئے بھی انہیں احساس تھا کہ ہمارے ترتیب دیئے گئے شجرے کسی انساب کی کتاب میں موجود شجروں کے ساتھ یا تاریخی کرداروں کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے دراصل لقب اور عرف کی پیوند کاری حقیقت کے قریب جانے کی بھونڈی کوشش تھی۔ اب دنیا ایک گلوبل ولیج بن چکی ہے اور دنیا بھر کی لائبریریوں اور انٹرنیٹ پر موجود مخطوطات ، تاریخی کتب با آسانی دستیاب ہیں ۔ اور یہ حضرات ہیں کہ ابھی تک خوابوں اور مکاشفوں کی بنیاد پر لکھی ہوئی "مراۃ مسعودی" کو آسمانی صحیفہ خیال کئے بیٹھے ہیں۔ اس کا ماخذ "ملا محمد غزنوی" کی "تاریخ محمودی" ہے جس کا کسی ہم عصر تاریخ یا مابعد میں کہیں ذکر نہیں ملتا جبکہ برصغیر پاک و ہند میں تمام مورخین اسے رد کر چکے ہیں۔

میرے آباواجداد کا تعلق "مردوال" وادی سون ضلع خوشاب سے ہے اور ہم آج تک اسی سر زمین سے جڑے ہوئے ہیں۔ میرے پردادا شاہنواز اعوان ؒ بیسویں صدی کے آغاز میں سرگودھا کے گاوں چک 29 شمالی آ گئے۔ 1929ء میں 35 شمالی میں آباد ہوئے۔ ہمارے علاقے وادی سون اور دامن کوہ میں انیسویں صدی کے اختتام پر زبانی روایتوں کے مطابق مشہور تھا کہ اعوان حضرت عباس علمدار ؒ کی اولاد سے ہیں۔ یہ بات اس وقت نسابہ اور شجرہ دان میراثی پڑھ کر سنایا کرتے تھے ۔ اس زمانے میں لوگوں کو اپنے شجرے خود بھی یاد ہوتے تھے۔ کیونکہ یہ عربوں کا خاصہ تھا۔

اسی زمانے میں تاریخ لکھنے کا آغاز ہوتا ہے اور مولوی حیدر علی لدھیانوی 1896ء میں ایک کتاب تاریخ علوی لکھتے ہیں۔ اس کتاب کے لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کیونکہ انگریزوں نے اعوان قوم کے شجروں میں

سنی سنائی اور مخالفین کی کہی باتیں شامل کر کے شجرہ متنازعہ بنا دیا۔ جس کے بعد حکیم غلام نبی اعوانؒ نے تاریخ اعوان لکھوانے کا فیصلہ کیا اور مولوی حیدر علی لدھیانوی نے ان کی خواہش پر کتاب لکھی، جس نے معاملہ سلجھانے کے بجائے اور الجھا دیا اور اعوانوں کا شجرہ حضرت محمد حنیفہؒ سے جا جوڑا۔ اور یہ سب سنی سنائی اور لدھیانہ اور گرد و پیش کی کہاوتیں لکھ دیں۔ اعوان کاری کے گڑھ وادی سون کو نظر انداز کیا گیا۔ چنانچہ نہ صرف اعوان قوم نے اس تاریخ کو ماننے سے انکار کیا بلکہ مولوی حیدر علی لدھیانوی کے اپنے تایا زادوں نے تو اسے کرایے کا لکھاری تک کہہ دیا اور ایک پمفلٹ بھی جاری کیا جس کا آگے تفصیل سے ذکر موجود ہے۔

اس ساری صورتحال کے بعد حکیم غلام نبی اعوانؒ نے تاریخ اعوان لکھنے کی ذمہ داری وادی سون کے موجودہ گاؤں "صدیق آباد" کے مولوی نور الدینؒ کو سونپی جنہوں نے اپنے سالے اللہ بخش اعوان کے پاس موجود ریکارڈ سے "زاد الاعوان" اور "باب الاعوان" کتب لکھیں اور اس کے لئے ہندوستان، عراق اور دیگر عرب ممالک کا سفر کیا۔ عرب نسابہ کی کتب سے مستفید ہونے کے بعد مقامی روایات اور نسابہ کے شجروں کا تجزیہ کرنے کے بعد ایک ایسی تاریخ رقم کی جس سے آج تک مورخین اور ان کے مخالفین بھی مستفید ہو رہے ہیں۔

تاریخ باب الاعوان اور زاد الاعوان میں اعوان قوم کا شجرہ نسب حضرت عونؒ بن یعلیٰ المعروف قطب شاہؒ کے توسط سے حضرت عباس علمدارؒ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ثابت کیا گیا۔ اس کے بعد مولوی حیدر علی کی کتاب تاریخ حیدری ان کے بیٹے نے چھپوائی، جس میں انہوں نے عونؒ بن یعلیٰؒ اور ان کے دو بیٹوں محمد عبداللہؒ اور محمد کندلانؒ کی برصغیر آمد کو تسلیم کیا اور عرب

نسابہ کو بھی تسلیم کیا کہ انہوں نے اعوانوں کو حضرت عباسؓ کی اولاد لکھا ہے۔ مگر وہ اپنی سنی سنائی من گھڑت کہانیوں پر بضد تھے۔ چنانچہ ایک نئی بحث نے جنم لیا اور قطب شاہی اور حنیف شاہی کے الفاظ منظر عام پر آئے۔

ملک شیر محمد آف کالاباغ نے تو بات گالی گلوچ تک پہنچا دی۔ یہ سلسلہ چل پڑا اور ہر کوئی تاریخ اعوان لکھنے بیٹھ گیا۔ ان لوگوں نے بھی بیس بیس صفحے کی تاریخیں لکھ ڈالیں جنہوں نے خود اپنا شجرہ تین اور پانچ سو روپے میں بنوایا تھا۔ انہوں نے بھی تاریخ اعوان لکھی جن کا شجرہ سرکاری ریکارڈ میں باقدہ، مستری، ترکھان لکھا تھا۔ تاریخ لکھنے کے لئے کوئی نا کوئی پیمانہ ہوتا ہے، مگر تاریخ اعوان لکھنے کے لئے صرف ایک ہی پیمانہ تھا، کہ اولاد عباسؓ کا انکار کرنا ہے۔۔ اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ان تمام مصنفین کا تعلق اعوان کاری سے نہیں تھا، کوئی ہزارہ سے تھا تو کوئی بھارتی پنجاب سے، کوئی کشمیر سے تو کوئی پشاور سے۔۔۔

علاقہ اعوان کاری سے ہیڈ ماسٹر سلطان محمود اعوان نے اپنے مقالہ اور ملک محمد سرور اعوان مسلسل مولوی نورالدین سلیمانی کی تائید میں لکھا مگر ان کے وہ ہم عصر جو ہٹ دھرم ضدی اور گھس بیٹھئے اعوان تھے انہوں نے من گھڑت کہانیوں کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔

۲۰۱۱ء میں ''اذکار الاعوان پاکستان'' کی بنیاد رکھی گئی اور تاریخ اعوان پر تحقیق کا کام شروع کیا گیا۔ اللہ پاک کی مدد، فقیروں کی دعاؤں سے آج ہم اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ تاریخ اعوان میں کسی قسم کا کوئی ابہام نہیں ہے۔ مفروضوں کا کوئی وجود نہیں ہے۔

علوی اعوانوں کے جد اعلیٰ عبداللہؒ گولڑہ کا چورہ دادا گولڑہ وادی سون میں اور مزارات عراق میں ہیں عونؓ بن یعلی، ابو یعلی حمزہ سمیت تمام مزارات

کی نشاندہی ہو چکی ہے۔ کسی کے بہکاوے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اب جبکہ ایران کے نسابہ علامہ علی ربانی خلخالی صاحب ہوں، یا عراق کے امین علوی صاحب، جو محقق اور نسابہ ہونے کے ساتھ ساتھ اولاد حمزۃ الاکبر بن حسن بن عبید اللہ، بن عباس علمدارؑ ہیں، سعودی عرب میں یوسف بن عبداللہ جمل ایل نے الشجرۃ الزکیہ لکھ کر کوہستان نمک وادی سون سکیسر اور یہاں سے بسلسلہ تبلیغ کشمیر ہزارہ اور دیگر علاقوں میں عون بن یعلیٰ کی اولاد کے جانے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

حرف آخر لکھنے سے پہلے میں ان تمام دوستوں کا تہہ دل سے مشکور ہوں خصوصاً ڈاکٹر سید افتخار حسین بخاری صاحب پی ایچ ڈی تاریخ (ماسکو)، منور حسین راہیؔ صاحب، سید اسد حسین نقوی فتو آلی سیداں، ڈاکٹر جمال الدین فالح الکیلانی عراق، الشاب کیلان الزعبی الجیلانی فلسطین، مرم ضوابی فلسطین، ملک احمد خان اعوان اور شازیہ ملک سرفہرست ہیں۔اس کتاب کا انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے پر میں وقا اکبر اعوان کا مشکور ہوں۔ میں جناب محترم زبیر احمد گلزاری عقیلی ہاشمی جھوجھہ کا خاص طور پر مشکور ہوں کہ جومدد میں نے اُن سے علمی طور پر چاہی، انہوں نے اپنی لائبریری سے اصلی ماخذ اور مستند کتابوں سے جن کے مجھے حوالہ جات درکار تھے، فراہم کئے۔ اگر میں یہاں کیپٹن (ر) غلام محمد اعوان کا شکریہ اور ذکر نہ کروں تو انتہائی کم ظرفی ہو گی اس مادیت پر مبنیٰ دور میں جناب کیپٹن (ر) غلام محمد اعوان جیسی سراپا خلوص اور درد دل رکھنے والی شخصیت کا وجود ایک غنیمت ہے۔اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ ہے نہ تعلّی کہ اعوان صاحب کی ذات برادری کے لئے گویا ایک سائبان کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ کی دینی خدمات کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا میرے خیال میں عصر حاضر کے اندر بہت کم لوگ ہیں جو

کیپٹن (ر) غلام محمد اعوان صاحب کی طرح اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ اگر ان کا مالی تعاون میسر نہ ہوتا تو ممکن ہے کہ یہ تحقیقی تاریخی کتاب آپ کے ہاتھ میں نہ ہوتی۔ اور یہ کتاب ایک ٹیم ورک کا حاصل ہے۔ میری تمام قوم کے لئے دعا ہے کہ یا اللہ قوم میں اتفاق عطا فرما اور تفرقوں سے نجات دلا۔ آمین

شاہ دل اعوان ایڈووکیٹ

ایم اے۔ ایل ایل بی

پس منظر تحقیق اعوان

پرانے زمانے میں شجرہ نسب کے لئے ہر قوم کے ساتھ نسابہ ہوتے تھے جو شجرہ نسب مرتب کرتے تھے اور مختلف مواقع پر شجرہ نسب پڑھ کر سنایا جاتا تھا۔ عموماً لوگوں کو مکمل یا کئی پشتوں تک شجرہ زبانی یاد ہوا کرتا تھا۔ اعوان قوم بھی اسی اصول پر کاربند تھی۔ ان کے بھی شجرے لکھنے کا رواج 1980ء کی دہائی تک تو موجود تھا اس کے بعد سرمایہ دارانہ نظام نے جہاں ثقافتوں، روایتوں اور رواجوں کو مسخ کے رکھ دیا وہاں شجرہ نسب پر بات کرنے تک کو بھی معیوب سمجھا جانے لگا۔ جس کی بڑی وجہ وہ لوگ تھے جو اپنی نسل بدل کر چاہتے تھے کہ حسب نسب پر بات نہ ہو اور یوں لاکھوں لوگ مختلف قوموں میں گھس گئے جس میں سب سے زیادہ لوگ اعوان قوم میں گھسے۔ اس تباہی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اعوان خود کسی ایک نقطے پر متفق نہیں ہو رہے تھے۔ چنانچہ اس موقعہ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں نے خود کو اعوان کہلانا شروع کر دیا۔

۱۸۶۰ء میں انگریزوں نے برصغیر پاک و ہند میں جمع بندیوں کا آغاز کیا اور تمام اضلاع میں آباد قوموں کی مختصر تاریخ، تعداد اور چند پشتوں تک شجرہ ترتیب دیا جس کا ماخذ مقامی اکابرین تھے جو ان کے آگے پیچھے گھومتے تھے۔ اب اعوان قوم کا المیہ یہ تھا کہ اعوانوں کی کثیر تعداد انگریزوں کو پسند نہیں کرتی تھی۔ چنانچہ دوسری اقوام نے جو باتیں لکھوائیں وہ شجروں میں جڑ دی گئیں۔ جیسے اس وقت کے ضلع شاہپور میں ٹوانہ قوم انگریزوں کی چاپلوس تھی اور اعوان

اور ٹوانہ قوم کے درمیان صدیوں پرانی لڑائیاں ہوتی آرہیں تھیں۔ تو یہاں انگریزوں نے اعوان قوم کو پس پشت ڈال دیا۔ ضلع میانوالی میں کالا باغ کے اعوان ایک الگ شناخت رکھتے تھے، جبکہ ان کے شجرہ نسب میں کسی ہندو کو بھی جڑ دیا گیا اور قطب شاہؒ کی شخصیت کو داغدار کرنے کے لئے حملے ہوتے رہے، اسی طرح پورے برصغیر میں مسائل سامنے آئے تو انیسویں صدی کے اختتام پر لاہور سے حکیم غلام نبی اعوانؒ وہ پہلے مجاہد تھے جنہوں نے اعوان قوم کی تاریخ لکھوانے کا فیصلہ کیا۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے اپنے علاقہ لدھیانہ سے مولوی حیدر علی لدھیانوی کو یہ ذمہ داری سونپی۔ چنانچہ مولوی حیدر علی نے تاریخ علوی کے نام سے تاریخ اعوان پر پہلی کتاب لکھی، جس پر ہم فقط اتنا کہیں گے کہ یہ کتاب مقامی سنی سنائی باتوں کے حوالے دے کر جو تاریخ مرتب کی گئی حکیم غلام نبی اعوانؒ اس سے مطمئن نہ ہوئے۔ اس کتاب میں اعوان قوم کا شجرہ مقامی حوالوں سے حضرت محمد حنفیہؒ سے جا جوڑا گیا جسے خود مولوی حیدر علی کے چچا زاد بھائیوں نے ہی مسترد کر دیا کیونکہ مولوی حیدر علی نے نہ جانے کیوں ایک مضبوط دستیاب حوالہ جس کا کتاب تاریخ علوی کے صفحہ ۲ پر ذکر بھی کیا رد کر کے ایک الحاقی کتاب پر اکتفا کر کے ایک بڑے فتنہ کی ابتدا کی جس نے قوم کو بانٹ کے رکھ دیا۔

(حوالہ تاریخ قوم اعواناں از منشی وزیر علی)

اس کے بعد حکیم غلام نبی اعوانؒ نے علاقہ اعوان کاری سے مولوی نور الدین سلیمانیؒ کو تاریخ اعوان لکھنے کی ذمہ داری سونپی۔ جنہوں نے نہایت محنت ایمانداری اور اصول تاریخ کو مدنظر رکھتے ہوئے زاد الاعوان اور باب الاعوان تصنیف کیں۔ باب الاعوان کی تحقیق کے لئے مولوی نور الدینؒ صاحب نے طول و عرض کے سفر کئے کتب اکٹھی کیں۔ اور ایک ایسی تاریخ مرتب کی کہ آج

سوا صدی کے بعد بھی اعوان محققین کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی حوالہ نہیں ہے۔اعوان قوم کی تاریخ یہاں مکمل ہو گئی تھی لیکن مولوی حیدر علی نے ان کے رد میں کتاب تاریخ حیدری لکھی جو ان کی وفات کے بعد 1922ء میں ان کے بیٹے نے چھپوائی۔اس کتاب میں ہماری تحقیقی بحث یہاں تک ہی ہو گی اس کے بعد لکھی جانے والی کتب میں جو زبان استعمال کی گئی اور جس طرح فن تاریخ ادب کی دھجیاں اڑائی گئیں۔حوالوں، سینہ بہ سینہ روایات اور نسابہ کے شجروں کو نظر انداز کر کے پہلے سے ذہن میں موجود نظریہ فضیلت کو پروان چڑھایا گیا، تمام کتب بدترین نقل اور ہر کتاب میں شجروں میں پیوند کاری کر کے نئے انداز میں لکھا۔دلچسپ پہلو یہ ہے کہ ان کی ہر کتب میں ایک نیا شجرہ دیکھنے کو ملا۔الغرض اعوان قوم الجھ کر رہ گئی۔اس الجھن کے سدباب کے لئے محمد ریاض انوال اعوان نے "معارف الاعوان" تصنیف کی۔ادھر افکار الاعوان کے ایک اور مایہ ناز محقق گل سلطان اعوان نے یکے بعد دیگرے ایسے انکشافات کئے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔اعوانوں میں سب سے پہلے انہوں نے ہی اعوان نسب کو عرب ہونے کی تصدیق کے لئے عربی اور فارسی کتابوں کی طرف توجہ کی ہے جن کے نتائج جلد سامنے آئیں گے گویا انہوں نے پگڈنڈیاں چھوڑ کر جرنیلی سڑک پر اپنا سفر شروع کیا ہے۔انہوں نے نہ صرف عرب و فارس سے عونؒ بن یعلیٰ کے حوالے تلاش کئے بلکہ حضرت محمد حنفیہؒ سے نسب کی پیوند کاری کرنے والوں کے سپہ سالار قطب حیدر شاہ، عطا اللہ شاہ، بطل غازی کے حقائق بھی ڈھونڈ نکالے۔اس سے پہلے محمد ریاض انوال اعوان "ملک غازی" کی حقیقت منظر عام پر لا چکے تھے۔چنانچہ اب ان کا انکار اور ردفقط جگ ہنسائی سے بچنے کی ایک کوشش ہے وگرنہ اب کچھ بھی ظاہر ہونا باقی تو نہیں رہ گیا۔

اب ہو یہ رہا ہے کہ جن لوگوں نے ضخیم کتابیں تصنیف کی ہیں وہ اپنے نظریے پر ہٹ دھرمی سے قائم ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ جو عوام الناس اعوانوں میں سے اب تک ان سے متاثر ہو چکے ہیں وہ ان سے متنفر نہ ہو جائیں۔ حقیقت وہ بھی جان گئے ہیں مگر انا کا معاملہ بنا کر قوم کو گمراہ کر رہے ہیں۔ آگے چل کر ہم اس پر تفصیلاًبات کریں گے اب فیصلہ ہمارے اعوان بہن بھائی کریں گے کہ کون حوالوں سے تاریخ ثابت کر رہا اور کون خوابوں و مکاشفوں اور پیوندکاری کر کے قوم کو گمراہ کر رہا ہے۔

عربوں کی آمد ہند تاریخی پس منظر

واقعہ کرب و بلا کے بعد ایک ایسے دور کا آغاز ہوتا ہے کہ اولاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے مشکلات عروج پر پہنچ جاتی ہیں۔ حالات اس نہج پر چلے جاتے ہیں کہ علویوں کو اپنے نام بدل کر سرزمین عرب کو خیر باد کہنا پڑتا ہے اور علوی گرد و پیش کے ملکوں میں منتشر ہو جاتے ہیں۔ اس زمانے میں تاریخ کیسے لکھی گئی اور کیسے محفوظ کی گئی ماسوائے نسابہ کے کوئی مستند حوالہ نہیں ملتا۔ پھر آئے روز بغداد پر حملے کبھی تاتاری تو کبھی اپنے ہی کلمہ گو چڑھ دوڑتے اس طرح کتب خانوں کو جلایا جاتا رہا۔ تاریخ اعوان لکھنے والوں نے جد اعوان قطب شاہؒ کو سلطان محمود غزنوی کے ہمراہیان میں سے لکھا ہے۔ اعوان تاریخ دانوں نے سالار مسعود غازی، سالار قطب حیدر کو سلطان محمود غازی کے بڑے جرنیلوں میں لکھا ہے۔ اور یہ بھی لکھا گیا کہ قطب حیدر ہرات اور لاہور کے گورنر رہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ اعوان لکھاری ان افسانوی اور تراشی ہوئی کہانیوں کو مستند حوالوں سے ثابت نہیں کر سکے۔

اعوان لکھاریوں کے ان دعوؤں کے متعلق سلطان محمود غزنوی کے

درباریوں اور بعد میں لکھی گئی مستند تاریخیں بھی خاموش ہیں۔ تاریخ بیہقی، تاریخ یمینی محمود غزنوی کی ہم عصر کتابوں میں آتی ہیں اور تاریخ کامل از ابن اثیر، روضۃ الصفاء اور قریب سولہ مشہور تاریخی کتب میں کہیں سلطان محمود غازی کے ساتھیوں، رشتہ داروں، سپہ سالاروں یا گورنروں میں کہیں بھی سالار ساہو، قطب حیدر، سالار عطا اللہ وغیرہ کا نام نہیں ملتا۔ اور جو نام ہرات اور غزنی کی تاریخوں میں ملتے ہیں وہ نہ حضرت عباسؓ کی اولاد ہیں نہ ہی حضرت محمد حنفیہؒ بلکہ ان کے شجرہ نسب حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ یا ترکوں سے ملتے ہیں۔ اب حقیقت کیا ہے کہاں سے یہ شجرہ حضرت محمد حنفیہؒ سے جوڑ کر خود کو سپہ سالاروں کی اولاد میں شامل کرلیا گیا اس سلسلے میں امیر خسرو (1253-1325ء) اعجاز خسروی ص 155 پر لکھتے ہیں کہ" یہ تراشا ہوا افسانہ ہے"۔ سینہ بہ سینہ روایتوں اور خاندانی نسابہ کے لکھے شجروں پر محیط تاریخ کا سفر برصغیر پاک و ہند میں انگریز دور میں داخل ہوتا ہے تو انیسویں صدی کے وسط میں ہندوستان کے رہنے والوں کے اعداد و شمار اور قوموں کی مختصر تاریخ لکھی جاتی ہے۔ انگریزوں نے جو جمع بندیاں ترتیب دیں اور گزیٹئر لکھے ان کا ماخذ مقامی آبادیاں ہی تھیں چنانچہ جمع بندی میں تو وہی حقائق لکھے جو کسی نے لکھوائے البتہ گزیٹئر میں کئی لغزشیں بھی دیکھی گئیں اور ان کے قریبی ساتھیوں کی منشا پر تاریخ مسخ بھی کی گئی۔ لہٰذا اب ضرورت یہ بھی ہے کہ انگریزوں کے بندوبست اور زمینی حقائق کی روشنی میں ان گزیٹئر کو غور سے جانچا اور پرکھا جائے اور ان میں سے زمینی شواہد کے ساتھ ثابت کیا جائے اور ان کی ان تحریروں کو رد کر دیا جائے جو اب ثبوت کے درجہ کو نہیں پہنچتیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان اعوانوں کا محاسبہ بھی کیا جائے کہ جنھوں نے اس وقت اپنا نام اعوانوں میں تحریر نہ کروایا اور مابعد اعوان بن

بیٹھے۔انگریزوں کے ان گزیٹر میں جو چیز اعداد وشمار کے تحت لکھی گئی وہ تو مستند ہے لیکن جو کسی قوم کی تاریخ لکھی گئی اور اس کو اب جانچنا اور پرکھنا چاہیے۔

یہ وہ وقت تھا جب لاہور میں مقیم حکیم غلام نبی اعوانؒ کو قوم کی تاریخ کی فکر ہوئی اور انہوں نے تاریخ لکھوانے کے لئے اپنے علاقے کے مولوی حیدرعلی لدھیانوی کو یہ ذمہ داری دی۔جنہوں نے 1896ء میں تاریخ علوی لکھی۔

سو ہم آغاز میں تاریخ کی اولین کتب کے حوالے سے بات کا آغاز کرتے ہیں جس سے ہمارے قارئین سمجھ سکیں گے کہ کب کیا ہوا اور کہاں کس نے حقائق سے نظر چرائی؟۔

(.....☆☆☆.....)

تاریخ علوی از مولوی حیدر علی

اگر ہم تاریخ علوی کے ابتدائی چند صفحات کا مطالعہ کریں تو بغیر ذہن پر زور دیئے بہت سی باتیں سمجھ میں آجاتی ہیں۔اور وہ باتیں اور الزامات جو تاریخ باب الاعوان کے مصنف مولوی نورالدین پر لگائے جارہے ہیں حقیقت میں کون کرائے کا لکھاری تھا؟ کس نے حکیم غلام نبی کی فرمائش پر کتاب لکھی اور کونسی کتاب میں حقائق سے ہٹ کر لکھا گیا، اور کونسی کتاب مفت تقسیم کی گئی۔۔۔اس کے لئے ہم تاریخ علوی کھولتے ہیں۔۔۔

تاریخ علوی کے ابتدائی صفحہ کی تحریر انتہائی توجہ طلب ہے۔۔۔

تاریخ علوی مولف مولوی حیدر علی لدھیانوی 1896ء

مرتبہ و مولفہ: مولوی حیدر علی صاحب اوان سکنہ لدھیانہ محلّہ اواناں

جو حسب فرمائش زبدۃ الحکماء حکیم غلام نبی اعوان موچی دروازہ[لاہور] تیار ہوئی

اور بغرض آ گاہی قوم مفت اوان قوم میں بانٹی گئی 1896ء میں

مطبع۔زبدۃ المطابع اعوان منزل لاہور موچی دروازہ لاہور۔

اب اس تحریر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کس کی فرمائش پر کتاب لکھ کر تقسیم کی گئی۔اگر یہی کام مولوی نورالدین سے کرایا جاتا ہے تو ایک گروہ عرصہ ایک صدی سے زیادہ گزرنے کے بعد بھی ان پر کیچڑ اچھال رہا ہے۔

مولوی حیدر علی اپنی کتاب کے آغاز میں صفحہ اپر لکھتے ہیں

''یا اس عاجز سے خاص کر مولوی حکیم ڈاکٹر زبدۃ الحکماء لاہور نے کی کہ فی زمانہ فخر قوم اور لائق امیر ہیں۔اور آپ کا اپنا شفا خانہ شہر میں بڑی رونق

سے جاری ہے۔ اللہم زد فزد۔ آپ نے اس بارے ص ۲، میں بہت تاکیدیں لکھیں۔ اور زبانی بھی بہت کچھ فرمایا۔ آپ کی فرمائش نے سخت مجبور کیا۔ میں کمر باندھ کر لکھنے کو مستعد ہوا۔ السعی منی والا تمام من اللہ تعالیٰ۔ اگرچہ میرے پاس کوئی ذخیرہ پورا نہیں ہے۔ بلکہ وہ پرانا سلسلہ نسب کا جو والد کے زمانہ میں حضرت میاں صاحب نے تیار کیا تھا۔ میرے پاس ایسا پرانا اور بودا ہو گیا تھا۔ جو شکنوں کی جگہ سے ایسا خراب ہو گیا تھا کہ کئی نام بالکل پڑھے نہ جاتے تھے۔ جن کی درستی بہت تلاش کی۔ کہ کسی سے سالم سلسلہ لے کر مقابلہ کیا جائے، مگر کہیں نہ ملا۔ میں بڑا شکر گزار بھائی وزیر علی اعوان سکنہ جمالپور کا ہوں۔ کہ جن کے پاس سے وہ نسب نامہ بعد مایوسی کے مل گیا جس سے وہ پرانا نسب نامہ بہت کچھ درست اور مکمل ہو گیا"۔

مولوی حیدر علی کی تحریر سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کے ترکش میں کل کتنے تیر تھے۔ ماسوائے وزیر علی اعوان کے دیئے گئے شجرہ کے باقی سب تو سنی سنائی باتیں تھیں۔ اب میں کچھ جواب اس کتابچہ "تاریخ قوم اعواناں" جسے وزیر علی مرحوم کے بیٹے حاجی محمد اسحاق نے شائع کیا، سے دیتا ہوں۔ مولوی حیدر علی جس شجرے کی مدد سے شجرہ درست کر رہے ہیں اس کتاب میں درج ہے کہ:

> "کتابچہ 'تاریخ قوم اعواناں' کے ص ۲ پر تمہید میں حاجی محمد اسحاق رقم طراز ہوتے ہیں کہ 'میں آپ کو یہ بتا دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس شجرے کے لکھنے کا مقصد کیا ہے۔ یہ شجرہ قوم اعواناں میرے والد صاحب چوہدری منشی وزیر علی مرحوم کا قلمی تحریر کیا ہوا میرے پاس موجود تھا۔ اور جو وقت تبادلہ ہندوستان سے پاکستان پہنچنے پر ساتھ لایا تھا اس کے چھپانے کا یہ مقصد

ہے کہ برادری کو فائدہ پہنچے۔ آگے وجہ تسمیہ و شجرہ نسب قوم اعواناں کے عنوان سے ص۲ پر لکھتے ہیں کہ "اس قوم کے لوگ اپنے آپ کو حضرت علیؓ بن ابی طالب کی اولاد سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ ملک عرب کے باشندے ہیں اور حضرت عباسؓ بن حضرت علیؓ کی اولاد سے ہیں"۔ آگے صفحہ ۳ پر ان کی آمد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اور بغداد سے ہرات کو آئے اور پھر ہرات سے ملک ہند کے شمالی حصہ ملک پنجاب میں پہنچے خصوصاً علاقہ کوہستان سلسلہ نمک میں کثرت سے اس قوم کا آباد ہونا پایا جاتا ہے اور یہاں سے ملک روس و شام وغیرہ میں بھی پھیل گئے۔ اور ملک پنجاب کے اکثر اضلاع میں اس قوم کی آبادی اب تک موجود ہے ان کے بزرگوں کے اجداد مدینہ منورہ جنت البقیع [بقیع] میں اور بغداد میں مدفون ہیں۔ ان کے جد اعلیٰ حضرت عونؒ معروف قطب شاہ اول حضرت غوث الاعظمؒ کے حکم سے واسطے تلقین کے پنجاب میں آئے اور ہند سے بہت لوگ مسلمان کر کے بغداد کو معہ اپنے پسر گوہر علی و حاکم دین پوتہ ہا کے واپس چلے گئے"۔

اب سمجھ سے باہر ہے کہ مولوی حیدر علی لدھیانوی کا حقیقی چچا زاد بھائی وزیر علی اعوان تو خود کو حضرت عباسؓ کی اولاد سے لکھ رہے ہیں اور وہی شجرہ مولوی حیدر علی لدھیانوی نے حضرت محمد حنفیہؒ سے کیسے جا جوڑا؟۔ اور کس حوالے سے قطب شاہ علوی نائب سلطان محمود غازی غزنوی صوبہ لاہور لکھا حالانکہ اس زمانے میں کسی قطب شاہ کا حوالہ نہیں ملتا جو محمد حنفیہؒ کی اولاد سے ہو۔

ان سنی سنائی کہانیوں کا اسی صفحہ پر اقرار کرتے ہوئے مولوی صاحب لکھتے ہیں "اس میں کوئی نئی بات نہیں ۔عموماً وہی باتیں ہیں ۔ جو بطور قصہ جات کے قوم میں چلی آتی ہیں۔ یا اس قسم کے سفر کا ذخیرہ ہے جو ۱۳۰۳ھ میں بلاد اعظم کا عرب میں کیا تھااور نسب کا بھی وہی سلسلہ ہے، جو سب بھائی بند اپنے بچوں کی شادیوں میں میراثی نسابوں سے سنا کرتے ہیں اتنا فرق ہے کہ اسمیں غلطی اور سہو کا گمان ہے۔اور یہ حتی الوسع صحیح اور تحقیق سے لکھا گیا ہے، میں یہ بھی نہیں کہتا۔ کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہی صحیح ہو گا"۔

اس کتاب کی حقیقت بس یہی ہے جو آپ کے سامنے ہے مولوی حیدر علی اعتراف کرتے ہیں کہ " اگر کسی بھائی سے اس سے بہتر بن پڑے تو نور علےٰ[علیٰ] نور، ورنہ نہ ہونے سے تو ہونا بہتر ہے"۔

وزیر علی اعوان جنہوں نے "تاریخ قوم اعواناں" لکھی کے مطابق اعوان حضرت عباسؓ کی اولاد ہیں اور جن اضلاع میں کثرت سے ہیں ان میں کانگڑہ، ہوشیار پور، جالندھر، فیروزپور، ملتان ، جھنگ، منٹگمری [ساہیوال]، لاہور، امرتسر، گورداس پور، گجرات، گوجرانوالہ، شاہ پور، جہلم، راولپنڈی، بنوں، میانوالی، ڈیرہ اسماعیل خان، ڈیرہ غازی خان، مظفر گڑھ، کیمبل پور[اٹک]، لدھیانہ شامل ہیں۔

مولانا حیدر علی قطب شاہ کے سولہ بیٹے بیان کئے ہیں جن میں سے تین کے نام بڑا بیٹا ناصر شاہ جسے ہر وقت کھڑا رہنے کی وجہ سے کھروٹا ، دوسرے بیٹے منصور شاہ کا کلغن اور اس کی وجہ تسمیہ کہ وہ ہر وقت اپنی دستار میں کلغی لگائے رکھتا تھا۔تیسرے کا نام گوہر شاہ جس کی اولاد گوہری کہلاتی ہے باقی تیرہ صاحبزادوں کے نام کسی کو یاد نہیں ۔ جب کہ سترواں بیٹا ہر پال بن انند پال بن جے پال

شامل کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے حضرت کے حرم میں پیدائش پائی اور آپ نے اس کو اپنے بیٹوں کے برابر حقوق عطا فرمائے۔ اور وصیت کی کہ میری اولاد پر فرض ہوگا کہ وہ ہریال کی اولاد کو میرے اور بیٹوں کے برابر سمجھے چنانچہ وہ برابر ہر طرح سے کھرے اعوان سمجھے جاتے ہیں۔

یہ ہیں مولوی حیدر علی جن کی تحقیق آپ کے سامنے پیش کی گئی۔ اس کتاب سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس قدر سنی سنائی کہانیاں بیان کر کے ہندوؤں کو بھی کھرے اعوان ثابت کیا۔ حضرت قطب شاہؒ شریعت کے پابند بزرگ تھے وہ ایسا غیر شرعی عمل کیسے کر سکتے ہیں کہ ایک ہندو کو اپنے نسب میں شامل کر کے اعوان ماننے کو کہتے۔ اس کا آگے چل کر بدترین نقصان یہ ہوا کہ کئی نومسلم راجپوت اعوانوں میں گھس بیٹھے۔ اس بات کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ 1881ء میں اعوانوں کی تعداد دو لاکھ سے بھی کم تھی، 1931ء میں پانچ لاکھ اور اب اعوان دعوے دار دو کروڑ سے بھی تجاوز کر چکے ہیں۔ اس ساری صورتحال کے بعد حکیم غلام نبی اعوانؒ نے علاقہ اعوان کاری وادی سون کے گاؤں غفری بعد میں کفری اور موجودہ صدیق آباد کے مولوی نورالدین سلیمانی کو تاریخ اعوان لکھنے کو کہا۔ جنہوں نے حامی بھر لی اور ''تاریخ زاد الاعوان'' اور'' باب الاعوان'' مرتب کیں۔

(-----☆☆☆-----)

تاریخ زادالاعوان

تاریخ زادالاعوان؛ تاریخ اعوان پر لکھی جانے والی پہلی مستند کتاب ہے جو کئی حوالوں سے منفرد ہے۔زادالاعوان ۱۹۰۱ء میں شمس الھند لاہور میں منشی محمد شمس الدین شائق مالک و مہتمم کے اہتمام سے چھپی۔ سبب تالیف تاریخ زاد الاعوان بیان کرتے ہوئے مولوی نورالدینؒ خود لکھتے ہیں۔

"بعد حمد و نعت کے عاصی فقیر نورالدین بن حضرت خواجہ مولانا حاجی نور محمد قوم سلیمانی افغانی حنفی نقشبندی مجددی متوطن قصبہ غفری المشہور کفری واقعہ کوہستان سون سکیسر تحصیل خوشاب ضلع شاہ پور پنجاب یہ عرض کرتا ہے کہ علاقہ کوہستان سون سکیسر مذکور میں قوم اعوان بہت ہے اور اس کوہستانی علاقہ پر وہی قابض ہیں اور جب اس عاجز نے علم حاصل کیا تو اطراف سے بہت امور تواریخی قوم اعوان سے پوچھے گئے خصوصاً نسب نامہ و تواریخ اعوان کا بہت لوگوں نے استفسار کیا۔عوام و خواص اس امر کے خواہاں ہوئے کہ قوم اعوان کا نسب نامہ و تواریخی حالات کتب قدیم سے نکال کر ایک جدا گانہ تاریخ اعوان بزبان اردو تالیف ہو جائے۔ اس امر کے محرک سب سے پہلے قدردان علوم ملک احمد خان ولد ملک الہ یار خان اعوان رئیس قصبہ اوچھالی واقعہ سون سکیسر کے ہوئے۔ اور پھر ان کے معاون و محرک شفیق میاں محمد رضا اعوان قصبہ کفری کے رہے۔مگر عاجز نے کچھ توجہ نہ کی ایک روز جناب ڈاکٹر حکیم غلام نبی اعوان رئیس و زبدۃ الحکماء لاہور نے بھی یہی تذکرہ کو لکھا۔اور اس بارے میں آپ نے دس خط لکھے۔آخر جب ۱۳۱۵ ہجری کو لاہور گیا آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے

بہت سخت اس کی تاکید فرمائی اور کہا کہ ایسا نسب نامہ و تاریخ تالیف کریں جس کا کتب قدیم سے انتخاب ہو بغیر دلیل کتب کے اس میں کچھ نہ ہو۔راقم نے قلت علم کا عذر کیا۔قبول نہ فرمایا۔یہ جواب دیا کہ چند انگریز صاحبان بہادر وغیرہ اقوام نے اس پر سخت حملے کیئے ہیں۔جواب اس کا ضروری دینا ہے۔خرچ چھپائی وغیرہ میرے ذمہ ہے تم ہمت نہ ہارو اور کماحقہ ترتیب دو بہر کار کہ ہمت بستہ گردد۔اگر خارے بود گلدستہ گردد۔جب آپ نے اس بارہ میں بہت تاکیدیں لکھیں۔اور زبانی بھی کہا۔اور آپ کے ارشاد نے سخت مجبور کیا۔آخر کمر ہمت باندھ کر حسب ارشاد عالی اول ماہ شوال ۱۳۱۵ھ کتب خانہ تواریخ جمع کر کے اس تاریخ کے لکھنے کو مستعد ہوا اور بغیر سند کے کچھ نہ لکھا اور اختصار کو بصحت تمام مدنظر رکھا۔اور باب وفصل لکھ کر نام کتاب و جلد و صفحہ و مطبع مقامات مناسب مقام پر درج کیا۔پس اس امر نے محرک خصوصاً زبدۃ الحکماء ڈاکٹر غلام نبی صاحب اعوان رئیس لاہور ہوئی اور اس کا نام تاریخ زادالاعوان رکھا۔مورخان و ناظرین پر تمکین کی خدمت میں عرض ہے کہ عاجز نے اپنی حتی المقدور تک بڑی سخت عرقریزی سے یہ لکھا ہے۔صحت کو خیال ہردم رہا اگر کہیں غلطی یا سہو پائیں بے تکلف اصلاح فرمادیں اور عیب سے درگذر ہوئیں۔اس کتاب کی جب وہ سیر کریں۔۔۔میرے حق میں دعائے خیر کریں"۔

مولوی نورالدین سلیمانیؒ نے تاریخ اعوان لکھتے ہوئے حق ادا کیا جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ فصل دوم میں یک صد کتب جو کہ ان کی فہرست شامل کتب ہیں۔جس کا ذکر انہوں نے یوں کیا ہے۔

"ہویدا باد کہ اب اس فصل میں مناسب ہے کہ ان کتابوں کا ذکر کروں جو کہ تالیف تاریخ ھذا کے اس عاجز کے پاس موجود تھیں اور مناسب مقاموں پر

ان کتابوں سے اخذ کیا ہے۔پس گویا مخرج کتابوں کی یہ فہرست ہے یہ اس لئے تیارکی ہے تا کہ ناظرین میری محنت مطالعہ کتب کی داد دیں۔اور مستندالیہ یہ کتاب سمجھیں اور پایہ اثبات عدالت کو یہ کتاب پہنچاویں۔

مخفی نہ ہو کہ یہ فہرست ایک سو کتب کی ہے اس عاجز نے وقت تالیف تاریخ ہذا کے اپنے پاس سب موجود کتب رکھی تھیں اور بموجب ضرورت کے کتب مذکور سے تھوڑا بہت لکھا گویا یہ تاریخ لب لباب ایک سو کتب سے ہوئی اور مناسب مقام پر یہ عاجز اپنی تحقیق لکھ گیا۔اب معترض صاحبان کو یہ پوری سیف دندان شکن ہے اس سے بغیر سکوت کے اور ماننے کے چارہ نہ ہوگا۔ہاں اگر کہیں غلط ہوتو کتاب منقول عنہ کے مصنف کی غلطی ہوگی۔اب یہ باب ختم کرتا ہوں اور ذکر مسئلہ زکوۃ بنی ہاشم کا لکھتا ہوں"۔

مذکورہ بالا لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کتاب کی اشاعت کے بعد پوری دنیا میں اس کتاب کو پسند کیا گیا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مولوی نور الدین صاحب نے تاریخ کی مستند کتابوں سے حوالے دے کر لکھا اور مولوی حیدر علی لدھیانوی کی طرح سنی سنائی باتوں پر بھروسہ نہیں کیا۔ زادالاعوان وہ پہلی کتاب ہے جس میں حضرت عون قطب شاہؒ کی اولاد کے ناموں کا ذکر کیا ہے۔اور اس کی سند یہ ہے کہ آج تک تمام لکھاری انہی ناموں کا ذکر کر رہے ہیں کیا تائید میں لکھنے والے اور کیا نقاد۔۔۔زادالاعوان کے علاوہ تاریخ اعوان کی ہزار سالہ تاریخ اٹھا کے دیکھ لیں کہیں سے بھی مستند حوالہ نہیں ملے گا۔ یہ مولوی نورالدین سلیمانی ہی تھے جنہوں نے ہندوستان کے طول وعرض کے سفر کئے حقائق تلاش کئے اور تاریخ اعوان مرتب کی۔ زادالاعوان کی وجہ شہرت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ یہ اصول تاریخ پر پوری اترتی ہے۔

مولوی نورالدین سلیمانی کی کتابوں پر تنقید کرنے والوں کی کتب اٹھا کے دیکھ لیں، میرا دعویٰ ہے اور میں ذمہ داری سے یہ سطور لکھ رہا ہوں کہ ان کی کتب میں آپ کو کوئی صحیح حوالہ نہیں ملے گا، جو حوالے لکھے ہوں گے وہ کتب اٹھا کے دیکھ لیں ،ان کتب میں وہ بات سرے سے موجود ہی نہ ہوگی۔اور سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ نام نہاد مصنفین حضرت قطب شاہؒ کی اولاد کے ناموں کے حوالے بھی مولوی نورالدین سلیمانیؒ کی تاریخ سے دے رہے ہیں۔اس حوالے سے ملک شیر محمد آف کالا باغ نے ایسی غلیظ زبان استعمال کی کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ جس قبیلے کے نسب میں انگریزوں نے ہندوؤں کے نام جڑ دیئے اس بات کی فکر حکیم غلام نبی اعوانؒ نے کی اور تاریخ اعوان لکھ کر حقائق کے لئے یہ ذمہ داری مولوی نورالدینؒ کو سونپی جنہوں نے اسے احسن طریقے سے نبھایا۔

اب چاہیے تو یہ تھا کہ ملک شیر محمد آف کالا باغ مولوی نورالدین کے مشکور ہوتے مگر اس کے برعکس وہ چڑھ دوڑے، دشنام طرازی کی وہ ریت ڈالی کہ آنے والے وہ مصنفین جنہوں نے اپنے شجرے دو دو سو روپے دے کر بنوائے وہ بھی مولوی صاحب کی تحقیق پر باتیں کرنے لگ گئے۔سب سے زیادہ خلاصۃ الانساب کے حوالے سے شور مچایا گیا۔خلاصۃ الانساب ایک حقیقت ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ کتاب وادی سون کے شہر نوشہرہ کے معروف قاضی خاندان کے بزرگ قاضی میاں محمد امجدؒ صاحب کے ہاں موجود تھی ،جہاں سے یہ کتاب پیرانِ آستانہ سیال شریف حضرت خواجہ ضیاءالدینؒ کی خواہش پر آستانہ بھجوا دی گئی۔اور یہ کتاب سیال شریف کتب خانے کے لائبریرین جناب عزیز صاحب کی نظر سے بھی گزری۔اس ضمن میں ایک مصنف محبت حسین نے سرے سے حضرت عباسؓ کی اولاد کی برصغیر آمد کو ہی رد کر دیا۔محبت حسین کو اس سے

زیادہ جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا کیونکہ موصوف مولوی حیدر علی کی کتب پڑھ چکے ہیں ان کے پسندیدہ مصنف کی کتاب سے حوالہ دے کر قصہ تمام کرتا ہوں، مولوی حیدر علی تاریخ حیدری کے صفحہ ۲ اور ۳ پر اقرار کرتے ہیں کہ "بغداد سے ایک بزرگ حضرت پیر عبدالقادر جیلانیؒ کے خلفاء سے عون بن یعلیٰ ۔۔۔ کہیں ملک ہند کو تلقین دین کے لئے روانہ ہوئے تا کہ اس خاندان قادریہ کا ملک ہند میں رواج دیں یہاں تو اس کا پتہ نہیں چلتا کہ وہ کب آئے اور کہاں ٹھہرے۔ مگر اہل بغداد قطب ہند سے ملقب کرتے ہیں اور اپنے دو بیٹوں اور ایک بیوی کے ساتھ آئے اور کچھ مدت یہاں کی سیر کر کے۔۔۔ معہ اپنے ان دو بیٹوں اور بیوی کے واپس بغداد ہوئے" ان سطور میں سمجھنے والوں کے لئے کئی جواب ہیں اس وقت موجود کتب انساب و تاریخ چیخ چیخ کے کہہ رہی کہ عون بن یعلیٰ ہندوستان آئے ان کتب کی تصدیق مولوی حیدر علی بھی کر رہے۔ جہاں تک بات رہ جاتی ہے کہ وہ کب آئے اور کہاں رہے تو وادی سون کا مقام "دادا گولڑہ" اس بات کا زندہ و تابندہ ثبوت موجود ہے مگر افسوس صد افسوس جن لوگوں نے بھی تاریخ اعوان لکھی ایک بار بھی وادی سون آنا نصیب نہ ہوا۔ "مراۃ الاسرار" اور "مراۃ مسعودی" کے مصنف عبدالرحمٰن کا شجرہ حضرت عباس علمدارؓ سے ہی ملتا ہے۔ ان حقائق کے بعد اولاد حضرت عباس علمدارؓ کے ہندوستان آنے سے انکار فقط تعصب ہی نظر آتا ہے۔ تو بات ہو رہی تھی خلاصۃ الانساب کی، اس کے علاوہ اس کا اردو ترجمہ بھی کیا گیا جو زیور طباعت سے آراستہ نہ ہو سکا البتہ وہ ہیڈ ماسٹر سلطان محمود آف نوشہرہ کے پاس موجود تھا جنہوں نے اپنے مقالہ میں شامل کیا اس کے علاوہ نسابہ جنگ بہادر آف چٹہ، ملک مشتاق اعوان نمبردار کوٹلی وادی سون اور اب اس کی نقل خاکسار کے پاس بھی موجود ہے۔ حال ہی میں

بھارت کے دارالحکومت نئی دہلی کے میوزیم میں بھی" خلاصۃ الانساب "کی موجودگی کی تصدیق ہو گئی ہے جو جلد پاکستان میں بھی دستیاب ہو گی۔ انشاء اللہ۔
اس کی تفصیل یہ ہے۔ اگر کوئی منگوانا چاہے تو حوالہ حاضر ہے۔

Persian Manuscript of National Museum New Delhi

Serial no 759

Title Khulasatul Ansab (Alama Hilli)

Account no 862 language Persion folios no 114 page 228 archieval DVD no 1350 high DVD no 137 viewable DVD no JPG 21 L

اسی طرح میزان قطبی سے بھی ایک طرف انکار تو دوسری طرف مولوی حیدر علی" تاریخ حیدری" کے صفحہ 29 پر میزان قطبی مولفہ قطب الدین علوی بغدادی کا حوالہ بھی دے رہے ہیں۔ ان کے لئے ملک محمد سرور اعوان نے اپنی کتاب وادی سون سکیسر کے صفحہ 120 پر کچھ ایسے الفاظ لکھے ہیں۔ "مولوی نور الدین کی تصانیف زاد الاعوان اور باب الاعوان کے ماخذ و منابع میزان قطبی، میزان ہاشمی، خلاصۃ الانساب کسی بھی کتب خانہ میں موجود نہیں حالانکہ یہ نام اور عبارتیں وضعی و من گھڑت ہیں۔ محض کم علمی اور کوتاہ بینی ہے۔ کیونکہ کسی شئے کا دستیاب نہ ہونا اس کے وجود کی نفی کی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ تو اس شئے تک رسائی حاصل کرنے والے کی کوتاہ دستی کی دلیل ہے"۔

اس سلسلے میں سید وزیر حسین علوی کا قم مقدسہ سے محبت حسین کے نام خط انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ جو اس سے قبل" توضیح الانساب" کے صفحہ 9 پر شائع ہو چکا ہے آپ کی نظر:

بسم تعالیٰ

قم مقدسہ، ایران

۱۰ جون ۲۰۰۳

محترمی جناب مستطاب محبت حسین اعوان صاحب زید توفیقاتہ

السلام علیکم امید ہے بفضل خداوند کریم آپ خیریت سے ہوں گے۔
معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ آپ نے خلوص و محبت کے ساتھ اپنی کتاب "تاریخ علوی اعوان" مجھے ارسال فرمائی مگر یہاں کے کم فہم متعلقین پوسٹ آفس نے واپس کر دی۔ پھر جب برادر طاہر عباس اعوان صاحب دستی لے کر آئے تو ہم نے متعلقہ شخص سے باز پرس کی کہ ایسا کیوں ہوا۔ معلوم ہوا کہ چونکہ کتاب پر نام درج نہ تھا اس لئے انہوں نے کتاب واپس کر دی۔ اسی بنا پر ہم ڈاک دستی بھجواتے اور منگواتے رہتے ہیں۔ کیونکہ یہاں انقلاب کے باوجود ڈاک کا نظام شاہی انداز کا ہے جو چیز سپرد کرتے ہیں وہ غائب ہی ہو جاتی ہے یا کئی ماہ بعد وصول ہوتی ہے۔

کتاب کو کھولنے پر معلوم ہوا کہ آپ کا محبت نامہ بھی موجود ہے۔ آپ کی فرمائش کے مطابق ہم نے کتب تو فوراً روانہ کر دیں۔ امید ہے مل چکی ہوں گی۔ چونکہ ہماری خواہش ہے کہ آپ ذوق رکھتے ہیں تو کتب قدیم کا ضرور مطالعہ کریں تا کہ معلوم ہو کہ یہ ایک وسیع میدان ہے۔ گھر میں بیٹھ کر جلد فیصلہ کرنے والے زود پشیمان بھی ہوتے ہیں۔

میری مختصر سی کتاب کا آپ نے دقت سے مطالعہ نہیں فرمایا ورنہ اعتراض ہرگز نہ ہوتا۔ چونکہ ہم نے دو باتوں کی طرف متوجہ کیا ہے۔

۱۔ تاریخی اور شرعی اعتبار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تمام اولاد (فاطمی

اور غیر فاطمی) سید اور آل رسول ﷺ شمار ہوتی ہے اور اس پر صدقہ واجبہ حرام اور خمس (مستحق ہونے کی صورت میں) حلال ہے۔

۲۔ پاکستان میں امام علی رضی اللہ عنہ کے پانچ فرزندوں کی اولاد وقتاً فوقتاً آکر آباد ہوئی ہے۔البتہ **الکلام یجیر الکلام** کے تحت اور نا آگاہ مفتیوں نے آپ کی غیر فاطمی سب اولاد پر "اعوان" کا عنوان یا لقب ٹھونس دیا۔اور پھر "نااہل" لکھنے والوں اور انگریزی گزیٹیروں پر بھروسہ کرنے والوں نے موضوع کی حقیقت کا افسانہ کر دیا۔لیکن پڑھے لکھے لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ چوتھی صدی ہجری سے لے کر موجودہ صدی تک لکھی جانے والی معتبر کتب مثلاً **منتقلۃ الطالبین** سے لے کر **خلاصتہ الانساب** تک معتبر کتب نے پاک وہند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پانچ فرزندوں کی اولاد کے جانے کا تذکرہ کیا ہے۔

پھر بیدار اور آگاہ لوگ اپنے شجرہ نسب کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے ہیں ۔ جب حالات مناسب پائے تو باقاعدہ شجرہ نگاروں کے ہاں ثبت کروائے گئے ۔ جابر حکومتوں کے خوف اور وسائل کی کمی کے باعث باقاعدہ تاریخیں نہ لکھی گئیں جس کی وجہ سے بہت سے حقائق پردہ راز میں رہ گئے۔

ہمیں خوشی ہوتی ہے کہ جب کوئی مولا علی رضی اللہ عنہ اور آل علی پر لکھتا ہے۔چونکہ یہ تاریخ کے سب سے بڑے مظلوم ہوئے ہیں ۔ وہ کون سا ظلم ہے جو ان ہستیوں پر نہ کیا گیا ہو۔آپ کی کتاب کا عنوان دیکھتے ہی ہم نے آپ کو داد تحسین دی۔ ہر چند آپ سے سنگین قسم کے اشتباہات سرزد ہوئے لیکن ان کی اصلاح ممکن ہے۔اس تاریخ کو کسی حد تک آپ نے زندہ تو کیا ہے۔فرمان

پیغمبر اکرم ﷺ ہے۔ **من ورخ مومنا فکانما احیاہ**۔ یعنی اگر کسی نے کسی مؤمن کی شرح حال اور حالات زندگی بیان کئے تو گویا اس نے اسے زندہ کیا۔ پھر اولیاء خدا کے حالات قلمبند کرنا عاشقان خدا کا تذکرہ کرنا عنداللہ بہت اجر ہے۔

آپ کے فرمانے کے مطابق ہم نے آپ کی کتاب پر تبصرہ کے لئے ایران کے ماہر نسابہ کی خدمت میں اہم حصوں کے تراجم پیش کئے تو انہوں نے بہت تعجب کیا۔ مثلاً آپ نے اعوانوں کو تاریخ غزنوی کے جس ہیرو "ملک غازی" سالار غازیان کی اولاد بتایا ہے وہ علوی نہیں بلکہ ایک سامانی جرنیل تھا۔ یہی بات تاریخ غزنویان اور تاریخ بیہقی پر ڈاکٹر غنی اور ڈاکٹر فیاضی نے بھی اپنے تعلیقات میں لکھی ہے۔

اسی طرح پاک و ہند میں حضرت عباس بن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کا انکار بھی سمجھ سے بالاتر تھا۔ اس لئے کہ جن کتب کو آپ جھوٹا قرار دیتے ہیں وہ یہاں کے نسابہ کے ہاں معتبر کتب ہیں۔ یہاں پر اس صدی کے معروف نسابہ مرحوم آیت اللہ شہاب الدین نجفی نے اپنی کتاب "کشف الارتیاب" میں تیرہویں صدی کے معتبر اور قابل وثوق نسابہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور "**خلاصتہ الانساب**" کو علویان کے شجرہ نسب پر لکھی جانے والی کتاب کو معتبر قرار دیا ہے اور اس کے مصنف کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "**نسب شناس، محدث، شاعر، ثقہ، استوار، بزرگوار و اخباری مشرب بود" در کتاب المآثر والآثار ص 173 اور "در ردیف دانشمندان معاصر دولت سلطان ناصر الدین قاچار آورده است**" (کتاب مہاجران آل ابو طالب صفحہ ۲۶۲)

اسی طرح کتاب ''میزان ہاشمی'' جو بعد میں ''میزان الانساب'' کے نام سے طبع ہوئی ہے۔اس کے مصنف ملا محمد ہاشم المتوفی ۱۳۸۱ھ کو بھی ایک معتبر شجرہ شناس ماہر مانا جاتا ہے جن کا تذکرہ کتاب الذریعہ جلد ۲۳ صفحہ 307 طبع دارالضواء بیروت لبنان پر ملتا ہے۔اب اگر کوئی اندھا مقلد یا مولوی نورالدین کے ساتھ دشمنی کی بنا پر اس زندہ حقیقت کا انکار کر دے تو کون عقلمند قبول کرے گا۔معروف قاعدہ ہے کہ **عدم الوجدان لایدل علی عدم الوجود** یعنی اگر کوئی چیز دستیاب نہ ہو سکے تو یہ دلیل نہیں کہ وہ ہے ہی نہیں۔ بلکہ معروف ہے کہ **اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال** یعنی ایک فیصد احتمال بھی ہو تو وہ استدلال کو باطل کر دیتا ہے بلکہ بسا اوقات رب **مشہور لا اصل له** ۔کسی عنوان کی شہرت ہوتی ہے جب کہ حقیقت بالکل برعکس ہوتی ہے۔

پھر عقلائے عالم یہ کہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے انکار کی بجائے اگر تمام احتمالات اور حقائق کو جمع کرنے کی سعی کی جائے تو یہی مناسب ہے **الجمع اولی مهما امکن** ۔ یعنی اگر آپ کے ہاں ایک چیز کا ثبوت ہے بھی تو آپ اس کے علاوہ دوسروں کی نفی نہیں کر سکتے۔

بقول ابن خلدون ''تاریخ واقعات کی کڑیوں کے تلاش کرنے کا نام ہے اور مورخ کا کام اسباب وعلل کی جستجو کرنا ہے نہ کہ اپنے ذوق اور مسلک کے مطابق حالات مرتب کرتا پھرے یا کسی غیر مختص کی تقلید کرتے ہوئے تحقیق کے دروازے بند کر دے۔''

علاوہ ازیں ایران کے ماہر نسابہ کو آپ کے بنائے ہوئے شجرہ پر بھی اعتراض ہوا ہے وہ یہ کہ آج تک کسی نسابہ اور شجرہ نگار نے محمد بن علی بن محمد حنفیہؓ کی اولاد کا تذکرہ نہیں کیا۔ ہاں سب نے حسن بن علی بن محمد حنفیہؓ کی اولاد کا

تذکرہ کیا ہے۔ آپ نے کس دلیل کی بنا پر ان سے شجرہ ملایا ہے واضح نہیں فرمایا۔

گزشتہ سال مجھے پاکستان جانے کا اتفاق ہوا۔۲۲ اپریل ۲۰۰۲ء کو علی فارم اسلام آباد میں آل پاکستان اعوان کونشن تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ آپ بھی وہاں تشریف لا رہے ہیں۔اس لئے دعوت قبول کر لی۔ آپ تو نہیں آئے البتہ مجھے وہاں بہت سے وکلاء اور علماء سے ملنے کا موقع ملا۔ سب کو آپ کے نظریہ مبارک سے اتفاق نہ تھا۔ مرحوم گل محمد اعوان شجرہ نگار کے ایک عزیز سے ملاقات ہوئی ان کو اعتراض یہ تھا کہ آپ نے ان کے مرحوم بزرگ کی محنتوں کو داغدار کیا ہے۔ ان کا شجرہ نسب حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔اس میں بے جا تصرف کیا گیا ہے۔ اسی طرح کشمیر سے مولانا حسام الدین مرحوم کی برادری کے لوگ بھی شکوہ فرما رہے تھے۔ وہاں سٹیج پر آنے والے بیشتر دانشوروں نے اپنے جد اعلیٰ علمدار کربلا حضرت عباس ابن علی رضی اللہ عنہ ہی کو بتایا ہے۔البتہ نئے منتخب ہونے والے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر محمد داؤد اعوان صاحب نے کتاب "حقیقت الاعوان فی آل حبیب الرحمٰن مولفہ بابا ہاشم" کے حوالے سے اعوانوں کو قطب الدین بن عقیل بن حسین۔۔۔بن محمد حنفیہ بن امیر المومنین حضرت علی کی اولاد قرار دیا۔

وہیں ایک اور بزرگ صوبیدار محمد رفیق علوی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی ان کے پاس بھی آپ کی تحقیق کے برعکس ایک شجرہ موجود تھا اور وہ اس بات پر بضد تھے کہ یہ "آل میر عکاشہ" کا مرتب کردہ شجرہ ہے یہ ہرگز غلط نہیں ہو سکتا۔ میں نے انہیں اس شجرہ کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی مگر بے سود، وہ کچھ ماننے کو تیار ہی نہ تھے۔

کچھ عرصہ قبل ایک تبلیغی جماعت کے ساتھ مجھے ملک کے کونے کونے میں جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے ہر جگہ کے اعوانوں سے خصوصی ملاقاتیں کیں۔ ان سے مختلف سوالات کئے۔اس وقت انکشاف ہوا کہ شجروں اور شہرت عرف کے مطابق اعوان غلط العام کی طرح سب کا لقب بن گیا۔لیکن یہ ایک بزرگ کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک نہیں پہنچتے اور تمام واسطے درست بھی ہیں۔ ان کا انکار کرنا بیجا اور گنہگار ہونے کے مترادف ہے۔تمام لوگ اپنے شجروں پر ایمان و یقین رکھتے ہیں۔

علاوہ ازیں اٹک ، چکوال ، اور سیالکوٹ کے بعض اعوان اس لقب کو فیملی نام ہی کی حد تک بتاتے ہیں اور خود ان کے علماء یہ اقرار کرتے ہیں کہ "ہم اعوان ہیں مگر علی کی اولاد نہیں ہیں"۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر علوی اعوان بھی کافی تعداد میں ہیں جب کہ پشاور ، بنوں ، ڈیرہ اسماعیل خان ، میانوالی ، راولپنڈی ، سرگودھا اور گجرات کے بعض علاقے جہاں کے لوگ علماء کے قریب رہے ہیں اور وہ باشعور اور پڑھے لکھے بھی ہیں تو وہ نہ صرف اپنے آپ کو حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہ کی اولاد بتاتے ہیں بلکہ "سادات علوی" بھی کہلاتے ہیں ۔لفظ اعوان کو ایک غلط لاحقہ بیان کرتے ہیں۔ بات بھی بجا ہے کہ یہ کوئی نسبی عنوان ہرگز نہیں ۔ بے شک نسباً یہ علوی سید ہی ہیں۔شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے ساتھ دشمنی میں ان کو سید علوی کے بجائے عون آل سے اعوان یا کسی سلطان کے اعوان اور ملک کے خطاب کو شہرت دی گئی آپ نے بھی اپنی کتاب میں اس حقیقت کو عیاں نہیں فرمایا۔

جب ہم گجرات کے ایک قصبہ سابن پال شریف رنمل شریف کے دورے پر پہنچے تو وہاں سادات نوشاہی کے بہت سے بزرگوں سے ملاقات ہوئی۔

انہوں نے بھی یہ بتایا کہ وہ علوی سادات ہیں۔ان کے ایک بزرگ کا لقب "نوشہ" تھا۔جس کی بنا پر وہ نوشاہی سادات کہلانے لگ گئے۔پھر ان سے معتبر شجرہ نامے اور کچھ کتابیں ملیں جن میں سے ایک "انوارالسیادت فی آثارالسیادت" علویوں کی سیادت کے اثبات میں لکھی گئی تھی اور دوسری کتاب "تاریخ عباسی" اعوانوں کے جد اعلیٰ حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ پر مشتمل تھی۔

بات بہت طویل ہو گئی جب کہ بہت سی باتوں کی اس خط میں گنجائش نہیں۔آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان تمام دلائل اور روشن حقائق اور عارف منش بزرگوں اور مطلع انوار میں کئی صدیوں کے علوی علماء کے شجروں کو دیکھ کر بھی کوئی حضرت عباس ابن علی علیہ السلام کی اولاد کا انکار کر سکتا ہے۔اور اتنے سارے علماء اور بزرگان ملت کو جھٹلانا کہاں کی دیانت اور شرافت ہے۔

پاکستان سے متعدد لوگوں نے مجھ سے اس موضوع پر لکھنے کا تقاضا کیا ہے لیکن میں اپنی بے ہنگم مصروفیات کی بنا پر اب تک یہ حق ادا نہ کر سکا۔امید ہے کہ میری کتاب "انوارالعلویہ فی تاریخ آل مرتضویہ" اس سال کے آخر تک مکمل ہو جائے گی جس میں تاریخ علوی پر کئے گئے مظالم کا کچھ جواب دیا جائے گا۔آپ سے گزارش ہے کہ کسی مذہبی سکالر کی کتاب کی بجائے اگر ہو سکے تو جارج جرداق مسیحی کی کتاب "علی ابن ابی طالب" ضرور پڑھیں تا کہ علوی مزاج بن کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی محبت سے اسم با مسمی محبت حسین سے سرشار ہو کر کل درگاہ محمدی وعلوی اور بارگاہ الہیٰ میں سرخرو ہو سکیں۔

امید ہے کہ آپ اپنی محبت بھری دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں گے۔ برادر طاہر علوی صاحب آپ کے ہاں آ رہے ہیں۔آپ اپنا جواب یا دوسری تالیفات ان کے توسط سے دستی روانہ فرما دیں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔

سید وزیر حسین علوی
قم المقدسہ جمہوری اسلامی ایران

اس خط سے مقلدین قبلہ ضرور سوچیں گے کیسے بنا ثبوت تاریخ اعوان پر وار کئے گئے یہی نہیں محبت حسین ایک مشہور نسابہ کے پاس گئے اور انہیں قائل کرنے کی کوشش کی کہ وہ اپنے ریکارڈ شجرہ میں تبدیلی کریں اس کے عوض وہ ان کو بیس ہزار روپے دینے کو تیار ہیں مگر غیرت مند نسابہ نے محبت حسین کو جواب دیا کہ ان کے خاندان نے بنی ہاشم سے جو عہد چودہ صدیوں سے کیا ہوا ہے اس پر کسی قیمت پر سودا نہیں کریں گے۔افسوس ہے ایسے تاریخ دانوں پر جو بغیر تحقیق قوم کی تاریخ متنازعہ بنا کے بیٹھے ہیں۔ان کے ایک اور ساتھی شوکت محمود نے وادی سون کے مختلف گاؤں میں محمد حنفیہ ؒ والے شجرے کو عام کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔کیونکہ کسی کے کہنے پر کوئی نسب نہیں بدلتا۔پھر یہ الزام کہ مولوی نور الدین کی کتب کی اشاعت کے بعد لوگوں نے شجرہ حضرت عباس ؑ سے ملایا ایک بے ہودہ الزام ہے۔

محبت حسین وہ نام نہاد تاریخ دان ہے جس نے اپنے ہی لکھے ہوئے شجرے میں بار بار تبدیلی کر کے ثابت کیا کہ یہ سب دعوے جعلی ہیں اور فقط لفظ اعوان پر کاروبار چمکایا گیا۔گل محمد اعوان مرحوم کا تیار کردہ شجرہ عرب میں بھی تسلیم شدہ تھا اور علامہ خلخالی کی کتاب "چہرہ درخشاں" میں شامل ہے۔جس میں ان کی تحقیق کے مطابق علوی اعوان حضرت عباس علمدار ؑ کی اولاد ہیں۔ادارہ تحقیق الاعوان نے اس میں تحریف کر کے حضرت محمد حنفیہ ؒ سے جوڑ دیا۔غیر اعوانوں کو موقع دیا گیا کبھی اعوان ڈائریکٹریوں کی شکل میں،تو کبھی اعوان شخصیات لکھ کر۔

رہی سہی کسر پوری کر دی اعوان کوتیں لکھ کر جس کا پیمانہ یہ ہے کہ جس نے بھی جو گوت لکھ بھیجی بلا تحقیق لکھ ڈالی۔ محبت حسین نے 1986ء میں "اعوان تاریخ کے آئینے میں" شائع کی اس میں صفحہ ۱۲ پر قطب شاہ کا شجرہ اس طرح لکھا:۔

میر قطب حیدر شاہ بن میر عطا اللہ شاہ غازی امان شاہ بن الحسین لقب میر طاہر غازی سلطان حسین شاہ بن زید طویل لقب طیب غازی بن جعفر ثالث لقب شاہ محمد غازی بن عبداللہ لقب میر شاہ غازی بن جعفر ثانی لقب شاہ ملک آصف غازی بن عبداللہ راس المدری لقب شاہ بطل غازی بن جعفر الاصغر اول (عبدالمنان سکندر ثانی) بن ابو القاسم محمد حنفیہ (محمد اکبر محمد حنیفؒ) بن حضرت علیؓ۔

محبت حسین نے اگست 1999ء میں اپنی کتاب علوی اعوان میں شجرہ کچھ اس انداز میں پیش کیا۔

قطب حیدر شاہ بن ابو علی عرف عطا اللہ بن طاہر بن طیب بن محمد بن میر سیدن شاہ بن آصف بن بطل یا بطال بن عون عرف سکندر بن محمد عرف زبیر بن علی بن محمد اکبر (محمد بن حنفیہؒ) بن حضرت علیؓ بن ابی طالب۔

اس نظریے کے دلدادہ مصنفین میں ایک خوبی مشترک ہے کہ جہاں لفظ غازی یا سالار دیکھا اپنا شجرہ وہاں جڑ دیا اور اب جس طرح عون سے شجرہ جوڑنے پر تلے ہیں اس سے لگتا ہے کہ عون بن یعلیٰ کو آج تک فرضی شخصیت کہنے والے گروہ نے جب "الشجرۃ الزکیہ" سعودی عرب، عراق اور ایران کی کتابوں میں عونؒ بن یعلیٰ کے توسط سے حضرت عباسؒ بن علی کرم اللہ وجہہ پر منتج ہوتا شجرہ دیکھ کر جس میں وادی سون سکیسر اور کوہ نمک کے اعوان قبائل کو جناب عونؒ بن یعلیٰ کے توسط سے اولاد عباس علمدار قرار دیا گیا ہے۔تو پھر گزشتہ ایک سو سال میں بار بار اپنے ترتیب دیئے گئے شجروں میں ایک نئی

سازشی اختراع کرتے ہوئے کہ شجرہ علویہ پر شکوک و شبہات کے غبار کی مزید تہہ جمانے کے لئے انہوں نے ملتا جلتا نام تلاش کر کے حضرت عونؓ بن علی بن محمد الاکبر بن علی کرم اللہ وجہہ کو آڑ بنانا چاہا گویا یہ ذہنی طور پر عونؓ بن یعلیٰ بن ابو یعلیٰ حمزہ کی حقیقت تسلیم کرتے ہوئے خائف ہو چکے تھے تبھی انہیں ایک اور عون لقب قطب شاہ سامنے لانے کی ضرورت پڑی میں ان تمام حضرات کو چیلنج دیتا ہوں کہ عرب نسابہ کی کسی بھی کتاب میں عون بن علی بن محمد الاکبر کے نام کے ساتھ قطب شاہ کا لقب یا عرف دکھا دیں تو پھر ہم اپنے موقف سے دستبردار ہو کر انہی کے ہم نوا ہو جائیں گے۔لگتا ہے انہیں "عون فوبیا" ہو گیا ہے۔ان کے شجروں میں مختلف ناموں پر تحقیقی سطور آگے ملاحظہ فرمائیں۔

خلاصۃ الانساب تو ایک طرف گل سلطان اعوان صاحب کی حالیہ تحقیق میں عرب کی لاتعداد کتب انساب نے حضرت عباس علمدارؓ کی اولاد کی کوہستان نمک میں موجودگی کا ذکر کیا ہے۔حال ہی میں ارض حجاز سے شائع ہونے والی کتاب الشجرۃ الزکیہ کے بعد یہ بحث ختم ہو جاتی ہے اور کسی دوسرے ثبوت کی ضرورت نہ ہے کیونکہ قبیلہ اولاد حضرت عباسؓ وادی سون اور ملحقہ علاقوں میں صدیوں سے آباد ہے اور قابض ہے۔صدیوں سے سینہ بہ سینہ روایات اور نسابہ کے شجرہ جات اور اس سے بھی بڑھ کر چورہ عبداللہ گلڑہ کے بعد اور کیا ثبوت درکار ہے۔

(......☆☆☆......)

تاریخ باب الاعوان

اس کے بعد مولوی نورالدین سلیمانی نے تاریخ باب الاعوان 1319ھ میں تصنیف کی جو مولوی صاحب کی وفات کے بعد شائع ہوئی ۔سبب تالیف باب الاعوان درج ہے کہ زاد الاعوان میں بہت سے مضامین ضروری مندرج ہونے سے بچ گئے تھے لہذا حکیم صاحب موصوف و دیگر شرفاء دوبارہ اس امر کے محرک ہوئے کہ دوسری کتاب اعوان قوم کی اسی طور سے تالیف کی جائے اور بغیر دلیل کتب تواریخ و سند کے اس میں اور مذکور نہ ہو اور جو کچھ اس میں لکھا وہ بحوالہ کتابوں واسناد کے مرقوم کیا اور نام کتاب و نام مصنف و مطبع وصفحہ و باب و فصل کتاب منقول عنہ کا پورا نشان درج کر دیا ۔یہ کتاب 1319ھ تیرہ سو انیس ہجری میں تحریر ہوئی ۔چونکہ یہ اعوان لوگوں کی تاریخ دوسری مرتبہ تالیف ہوئی ہے لہذا اس کا نام تاریخ باب الاعوان رکھا گیا ۔

تاریخ باب الاعوان کی اشاعت کے بعد تاریخ اعوان مکمل ہو گئی تھی ۔ جوعلوی اعوان ہیں ان کا شجرہ نسب حضرت عباس علمدارؓ سے ملتا ہے ۔جس کے ثبوت دیئے بھی گئے اور آگے چل کر مزید کتب کے حوالے بھی دیں گے۔اب رہ جاتا ہے وہ گروہ جو خود کو سلطان محمود غزنوی کا نائب، سپہ سالار اور حاکم غزنی، ہرات، پشاور اور لاہور لکھتا ہے ان کے بارے میں تاریخ بڑی واضح ہے مگر یہ گروہ شروع دن سے اولاد عباس علمدارؓ کا رد اور اپنی مکاشفوں اور خوابوں سے ترتیب دی ہوئی خیالی تاریخ پر بضد ہے۔مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ ان کی ہر کتاب میں شجرہ تبدیل کر دیا جاتا ہے اور حوالہ کے معاملہ میں یہ شروع دن سے

تنگدست ٹھہرے۔ جہاں لفظ ملک، غازی یا قطب دیکھا اپنا شجرہ جڑ کر ایک نئی کتاب لکھ ڈالی۔ اس پر بحث سے قبل میں مولوی حیدر علی لدھیانوی کی کتاب ''تاریخ حیدری'' جو ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے نے چھپوائی سیر حاصل بات کرنا چاہوں گا کیوں کہ اگر تاریخ حیدری کو تعصب کی عینک ہٹا کر پڑھ لیا جائے تو کافی حوالوں کی تصدیق اسی کتاب سے ہو جائے گی۔

سیالوی سند

آستانہ عالیہ سیال شریف سرگودھا کا نام معتبر ترین درگاہوں میں ہوتا ہے۔ اس کے لئے صرف ایک سطر میں بات مختصر کروں تو پیر پٹھان شاہ سلیمان تونسویؒ کے مرید اور آستانہ سیال شریف کے مرید پیر مہر علی شاہ سرکارؒ۔۔۔۔

امیر بخش سیالوی کتاب انوار شمسیہ جو 1913ء میں شائع ہوئی، کے صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں'' اصل نامش عبدالعلی المعروف قطب شاہ بن یعلی بن ابو یعلی حمزہ''۔

یاد رہے خواجہ شمس الدین سیالوی عونؒ بن یعلی کے بیٹے زمان علی کی اولاد سے ہیں۔ زمان علی کی اولاد کرانہ بار کے علاقے میں پھیلی یہاں سے کچھ علوی عباسی کھوکھر جو زمان علی کی اولاد سے تھے کشمیر میں بھی منتقل ہوئے۔

گولڑوی سند

پیر نصیر الدین شاہؒ آف گولڑہ شریف بیان فرماتے ہیں:

اعوان بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد ہیں جو صحیح اعوان ہیں۔ اعوان جو عون سے ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کربلا میں حسینؑ کی مدد کی۔ عون کا مطلب ہے مدد۔ اعوان وہ ہیں جو علی کرم اللہ وجہہ کی دوسری بیوی سے

ہیں ۔تو یہ سیدوں کو فضیلت اس لئے ہے کہ ان لوگوں میں فاطمہ الزہرہؓ کا خون گردش کر رہا ہے وگرنہ باپ سیدوں کا بھی وہی ہے جو اعوانوں کا ہے۔ ماں اعوانوں کی اور ہے۔

(-----☆☆☆-----)

تاریخ حیدری

تاریخ حیدری مولوی حیدر علی لدھیانوی نے تحریر کی جو ان کے بیٹے ہدایت علی نے ان کی وفات کے بعد 1922ء میں چھپوائی۔ یہ کتاب تاریخ علوی کی نسبت قدرے بہتر انداز میں لکھی گئی اور مولوی حیدر علی نے اس کتاب میں کافی حد تک اپنی گزشتہ غلطیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کی۔ البتہ اس کتاب میں بھی ان کی تحقیق کا دائرہ لدھیانہ اور گردونواح سے باہر نہ نکل سکا اگر وہ کوہستان نمک، علاقہ جہلم و راولپنڈی تک تحقیق کرتے تو شاید ان کو یہ کتاب لکھنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ خیر جو لکھ گئے وہ بھی کافی ہے۔

ایک بحث جو پاکستان میں چلی آرہی ہے کہ بعض حضرت عونؒ بن یعلیٰ کو خیالی شخصیت قرار دیتے ہیں اور بعض ان کی برصغیر آمد کو رد کرتے ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے تاریخ حیدری میں مولوی حیدر علی صفحہ۲ پر رقم طراز ہیں کہ:

> "بغداد سے ایک بزرگ حضرت پیر عبدالقادر جیلانیؒ کے خلفاء سے عون بن یعلیٰ ۔۔۔ص۳:۔ کہیں ملک ہند کو تلقین دین کے لئے روانہ ہوئے تا کہ اس خاندان قادریہ کا ملک ہند میں رواج دیں یہاں تو اس کا پتہ نہیں چلتا کہ وہ کب آئے اور کہاں ٹھہرے۔ مگر اہل بغداد قطب ہند سے ملقب کرتے ہیں اور اپنے دو بیٹوں اور ایک بیوی کے ساتھ آئے اور کچھ مدت یہاں کی سیر کر کے۔۔۔ معہ اپنے ان دو بیٹوں اور بیوی کے واپس بغداد ہوئے" اسی صفحہ پر آگے لکھتے ہیں کہ "چونکہ حضرت عون بن یعلیٰ

حضرت عباس بن علمدارؓ بن حضرت علیؓ کی نسل سے تھے انہوں [عرب تاریخ دان] نے اپنے سفر ناموں سے تاریخیں لکھیں ہمارے سب خاندانوں کو اولاد عون بن یعلیٰ مشہور قطب شاہ میں لکھ دیا اب یہ ایک بڑا بھاری نقص تاریخی پیش آیا جس نے تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا وہ بغداد کی تاریخوں کو دیکھ کر ششدر ہو گیا ۔ یہاں تو قوم پکارتی ہے کہ ہم محمد حنفیہؓ ابن علیؓ کی اولاد ہیں اور تاریخوں میں یہ سب عون بن یعلیٰ کی اولاد سے ملتے ہیں"۔آگے صفحہ ۴ پر مولوی حیدر علی لکھتے ہیں"مولوی نور الدین صاحب نے وہی عربی تاریخوں کی تقلید سے حضرت عباسؓ کی اولاد میں قوم کو منسلک کر دیا"۔

یہاں مولوی حیدر علی فیصلہ کن بات کر گئے ہیں۔مولوی حیدر علی بغداد کی تاریخوں کا برملا اعتراف کر رہے ہیں کہ وہاں عونؓ بن یعلیٰ لکھا ہے۔ یہاں ان کے ہم نوا تاریخی حوالوں کا شور کرتے ہیں تو یہ معاملہ تو مولوی صاحب حل کر رہے ہیں اب رہ گیا کہ قوم پکارتی ہے کہ ہم محمد بن حنفیہؓ کی اولاد سے ہیں۔کون سی قوم؟ میں یہاں مولوی حیدر علی لدھیانوی کے اپنے حقیقی چچا زاد بھائی کے بیٹے ملک محمد اسحاق کے کتابچہ" تاریخ قوم اعواناں" کا حوالہ دیتا ہوں جنہوں نے صفحہ ۲ پر وجہ تسمیہ وشجرہ نسب قوم اعواناں میں خود کو حضرت عباس علمدارؓ کی اولاد سے لکھا ہے۔اس ضمن میں ملک محمد اسحاق کے ہی حوالے سے ایک اور مضمون جو ملکوال کے ملک محمد افضل اعوان نے ماہنامہ الاعوان لاہور کے اگست 1972ء کے شمارے میں تحریر کیا۔اس مضمون میں وہ ملک محمد اسحاق جو کہ مولوی حیدر علی کے عم زاد ہیں کا قول نقل کرتے ہیں کہ" جب انہوں نے تاریخ علوی اور تاریخ

حیدری کو تحریر فرمایا تو میرے والد محترم [یعنی مولوی صاحب کے چچا زاد] چوہدری منشی وزیر علی خان صاحب نے مولوی صاحب کو حضرت قطب شاہ کے من گھڑت اور بعید از قیاس حالات و واقعات اور شجرہ نسب کو لکھنے سے منع فرمایا لیکن وہ شریف آدمی اپنی ضد پر ڈٹا رہااور اس میں کئی ایسی باتیں بھی لکھ دیں جسے عقل سلیم ہرگز تسلیم نہیں کرتی حالانکہ مستند کتابوں میں ان روایات و واقعات کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا خواہ مخواہ اس بھلے مانس نے مفروضہ اور مبالغہ آمیز باتیں لکھ کر قوم اعوان کو الجھا کر رکھ دیا ہے اور ان کے یہ اقدام اعوان کے لئے ایک تاریخی معمہ بن کر رہ گئے ہیں"۔

اب میں پوچھتا ہوں ان اندھی تقلید کے پجاریوں سے کہ بنا ثبوت بغیر حوالہ آپ جن جن نے بھی مولوی نور الدین سلیمانیؒ کی شان میں گستاخیاں کیں وہ رب تعالیٰ کے حضور سجود ہو کر اپنے الفاظ واپس لے کر معافی مانگیں۔ وگرنہ قوم تو اب آپ کی حقیقت جان چکی ہے کہ نہ جانے کس کے اکسانے پر آپ لوگوں نے بالخصوص مولوی حیدر علی اور بعد میں ان کے دلدادہ ملک شیر محمد آف کالاباغ نے صفحات کالے کئے مگر کوئی ایک بھی تاریخی حوالہ دینے سے قاصر رہے۔ اور تو اور مولوی حیدر علی نے پہلی کتاب تاریخ علوی میں قوم کا جو شجرہ لکھا تاریخ حیدری میں اس سے بالکل مختلف شجرہ لکھا۔

تاریخ علوی میں یہ شجرہ تحریر فرمایا

قطب شاہ علوی نائب سلطان محمود غازی غزنوی صوبہ لاہور بن الف شاہ بن امان شاہ بن دراب شاہ بن زمان شاہ بن بحور شاہ بن نواب شاہ بن عاق شاہ بن شاہ سکندر بن محمد حنفیہ بن حضرت مرتضےٰ علی علیہ السلام

پھر تاریخ حیدری میں یہ شجرہ متعارف کرایا۔

میر قطب حیدر بن میر عطا اللہ بن طاہر غازی بن طاہر غازی بن عمر غازی بن محمد غازی بن آصف غازی بن بطل غازی بن عبدالمنان غازی بن عون سکندر غازی بن محمد حنفیہ بن علی مرتضیٰؓ

اب حال ہی میں کتاب ''منبع الانساب'' سے حوالہ لیکر کریم خان صاحب نے اپنی کتاب ''تاریخ علوی اعوان'' میں عبدالمنان کو علی عبدالمناف سے تصحیح کی ہے

؎ بہت دیر کی مہربان آتے آتے

نیز حنفی اعوان دعویداروں کے دیگر مصنفوں نے جو شجرہ میں عبدالمنان بن عون سکندر غازی لکھتے رہے اب عون سکندر غازی کو بھی بغیر وجہ بتائے اپنی کم علمی کو چھپانے کے لئے غائب کر دیا ہے۔ شجرہ کو تو انہوں نے مذاق بنا دیا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہے۔

بے یقینی کا یہ عالم ہے کہ یہ روایت آج تک جاری ہے من گھڑت شجروں پر آگے تفصیل سے بحث کی گئی ہے یہاں ایک اور نشاندہی کرتا چلوں، کیا مولوی حیدر علی، کیا شیر محمد اور بعد کے نام نہاد مصنفین آج تک یہ فیصلہ نہیں کر پائے کہ قطب شاہ کے کل بیٹے کتنے ہیں؟۔ اس سے ان کی تحقیق کی عرق ریزی کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔

تاریخ حیدری میں مولوی حیدر علی کی صفحہ 52 پر تحریر ملاحظہ فرمائیں

''یہ سب اولاد میر قطب مجاہد سے ہیں۔ یہاں انکی اولاد بہت پھیل گئی۔ مورخان بغداد نے ناحق ان کو عون بن یعلیٰ کی اولاد میں شامل کر لیا۔ حالانکہ عون اپنے دو بیٹوں محمد اور عبداللہ اور ایک بیوی عائشہ نام کے ساتھ بغداد سے [وادی سون سکیسر] تشریف لائے اور اسی طرح انہوں کے ساتھ بغداد کو

لوٹ گئے"۔

اس بات کو پنڈت لکھی داس اپنی تاریخ میں لکھ گئے ہیں کہ وہ اپنے دو بیٹوں اور اہلیہ کے ساتھ بغداد کو چلے گئے۔

یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ عبداللہ اور محمد کندلان کے حوالے سے تمام مورخین متفق ہیں کہ وہ عونؒ بن یعلی کے بیٹے ہیں تو جو مصنفین خود کو عبداللہ گولڑہ کی اولاد لکھ کر شجرہ محمد حنفیہؒ سے ملائے بیٹھے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے؟۔ ہماری رائے میں وہ علوی اعوان تو درکنار مقامی راجپوت بھی نہیں ہیں بلکہ گھس بیٹھئے ہیں جن کا مقصد فقط اعوان کا لبادہ اوڑھ کر قوم میں انتشار پھیلانا ہے۔

یہاں تک ہم ان پانچ کتب کو زیر بحث لائے جو تاریخ اعوان کی ابتدائی کتب ہیں۔اس کے بعد ایک سلسلہ چل پڑا اور حضرت محمد حنفیہؒ کی اولاد ہونے کے دعوے داروں نے لغو بیانی میں نوے سال تک جو دل میں آیا لکھا۔ اور اس نظریے کے تحت لکھا کہ "اتنا جھوٹ لکھیں کہ سچ دب جائے"۔ یہ بات جرمنی میں تو سچ ثابت ہو سکتی ہے۔لیکن اولادِ عباس علمدارؒ کے ساتھ حق ہونا طے ہے۔ ہر دور میں کوئی ایک تاریخ دان ہی حق لکھنے کے لئے کافی ہوتا ہے چنانچہ علاقہ وادی سون سے ملک محمد سرور خان اعوان نے ۲۰۰۲ء میں "وادی سون سکیسر" کے نام سے کتاب شائع کی جس میں تاریخ اعوان کا تحقیقی باب شامل کیا گیا ہے جو تاریخ اعوان کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔اس کے بعد" تاریخ اعوان توضیح الانساب" شائع ہوئی ۔ملک محمد سرور اعوان ایک زندہ انسائیکلوپیڈیا تھے جنہوں نے اپنی زندگی کا نچوڑ اس کتاب میں لکھا۔وہ خلاصۃ الانساب کے وجود کے معترف تھے اور کتب خانہ سیال شریف میں خود کتاب دیکھ بھی چکے تھے ان کے بقول:

"ملک شیر محمد اپنی کتاب تذکرہ الاعوان میں رقم طراز ہیں کہ یہ تمام کتابیں (میزان قطبی، میزان ہاشمی، خلاصۃ الانساب) دنیا کے کسی کتب خانہ میں موجود نہیں بلکہ انہوں نے ملک بھر کے کتب خانوں کی ایک طویل فہرست لکھی ہے کہ میں نے ان کتب خانوں کے ناظمین سے رابطہ کر کے ان کتابوں کے بارے میں رابطہ کیا تو ہر طرف ندارد کا جواب ملا۔ لہذا وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ کتابوں کے یہ نام اور انکی طرف منسوب تمام عبارتیں وضعی اور من گھڑت ہیں۔ حالانکہ سوئے اتفاق سے ملک صاحب مرحوم اس کتب خانے کی طرف رجوع نہیں کر سکے جہاں بہت سی نادر اور نایاب کتابیں دستیاب ہیں۔ میری مراد آستانہ عالیہ سیال شریف کا عظیم علمی خزانہ کتب خانہ ہے وہاں پر خلاصۃ الانساب بھی موجود ہے۔ خلاصۃ الانساب میں قطب شاہ کا نام عونؒ بن یعلی اور ان کا سلسلہ نسب حضرت عباسؓ کے واسطے سے حضرت علی تک پہنچتا ہے"۔

خلاصۃ الانساب کا ذکر عرب و ایران کی ان معروف کتب میں آیا ہے۔

☆ طبقات الفقہا الباب القرن الثالث عشر صفحہ ۶۴۳

☆ کشف الارتیاب الباب القرن الثالث عشر صفحہ ۱۴۰

☆ جواہر الایقان صفحہ 194 ☆ تاریخ علمائے خراسان 112/78

☆ ایضاح المکنون جلد ۱ صفحہ 433 ☆ ھدیۃ العارفین جلد 2 صفحہ 380

☆ الفوائد الرضویہ صفحہ 654 ☆ اعیان الشیعہ جلد ۱ صفحہ 79

☆ الذریعہ جلد 4 صفحہ 465 ش 2064

جلد 13 صفحہ 331 ن 1214

ان حوالہ جات کے بعد بھی اگر کوئی خلاصۃ الانساب کی حقیقت سے انکار کرتا ہے تو گویا وہ اپنی ذہنی پسماندگی اور علمی افلاس کا شکار کہا جا سکتا ہے۔ خلاصۃ الانساب کے باب 10 میں حضرت عونؓ اور ان کی اولاد کا ذکر موجود ہے اور اس باب کا اردو ترجمہ تقریباً سبھی مقامی نسابہ جنگ بہادر، گل محمد اعوان، فدا قریشی، محقق سلطان محمود اعوان اور وہ اردو ترجمہ میرے پاس بھی موجود ہے۔ان سطور کے تناظر میں علاقہ وادی سون اور ملحقہ دامن کوہ و علاقہ پکھو تا کلر کہار کے اعوانوں کو اپنے نسب پر کوئی شک نہیں ہے۔اب رہ گئے باقی علاقوں کے اعوان تو اس ضمن میں یہ بھی خیال رہے کہ حضرت عبداللہ گولڑہ اور محمد کندلان کی اولاد میں سے کچھ لوگ کشمیر اور ہزارہ میں بسلسلہ تبلیغ گئے اور وہیں آباد ہوئے۔پاک و ہند میں اس وقت جو اعداد و شمار اعوان قبیلہ کے حوالے سے بتائے جاتے ہیں وہ قطعی درست نہیں ہیں۔علوی اعوان جو حضرت عباس علمدارؓ کی اولاد سے ہیں ان کی تعداد ایک سے تین ملین کے قریب ہے۔علوی اعوانوں کے علاوہ ایک بہت بڑی تعداد ایسے اعوانوں کی بھی ہے جو یا تو مقامی نو مسلم ہیں جنہوں نے حضرت عونؓ بن یعلیٰ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔اور بعد میں احساس کمتری یا حضرت عبداللہؒ کے اعوان ہونے کے ناطے اعوان کہلوانا شروع کر دیا۔ان کے علاوہ کچھ لوگ جو وادی سون میں اعوانوں کی غیر اعوان رعیت تھے چنگیز خان کے حملے کے دوران بھاگ کر ہزارہ اور کشمیر کی جانب نکل گئے انہوں نے بھی وہاں جا کر خود کو اعوان کہلانا شروع کر دیا۔وادی سون کی مستند روایات اور اس بات کو ڈاکٹر شیر بہادر پنی نے بھی کچھ ایسے ہی الفاظ میں نقل کیا ہے۔

ہزارہ اور کشمیر میں علوی اعوانوں کی تعداد انتہائی کم ہے۔یاد رہے۔ یہاں یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ چنگیز خان نے خوارزم شاہ کا تعاقب

دریائے سندھ تک کیا اس سے آگے نہیں بڑھا۔خوارزم شاہ کی مغلوں کے مقابلہ میں جرات اور بہادری نیز مسلمانوں کی عزت و بقا کے پیش نظر خوشاب کے کھوکھروں نے جلال الدین خوارزم شاہ کی حمایت کی تھی۔ یہ کافی عرصہ وادی سون میں رہا اس کے عہد کے سکے کافی تعداد میں ملے ہیں تلاجھہ نزد کھوڑہ اس کا صدر مقام تھا۔

جونہی جلال الدین خوارزم شاہ اور کھوکھروں کے درمیان فوجی اتحاد کی خبریں چنگیز خان کو ملیں اس نے اپنے ایک جرنیل طرطائی کو ہندوستان روانہ کیا طرطائی دریا عبور کر کے بھیرہ سے خوشاب آیا اور بہت نقصان پہنچایا۔

بحوالہ سرزمین سرگودھا مصنف شیخ محمد حیات صفحہ 187

جلال الدین خوارزم اعوانوں کی پناہ میں وادی سون پہنچا جہاں تلاجھہ کے مقام پر چار سال تک قیام کیا۔ یہاں کھوکھر اعوان اس کی حفاظت پر معمور رہے۔اولاد عبداللہ گولڑہؒ کو تاتاری فوجوں سے لڑائی میں کافی نقصان اٹھانا پڑا کئی ایک جگہوں پر اب بھی وہ قبرستان موجود ہیں جو علوی اعوان شہید ہوئے۔ ان میں سے ایک قبرستان صدیق آباد (کفری) کے قریب ہے۔

وادی سون کے پہاڑوں میں جگہ بہ جگہ شہدا کی قبور اور گنجہائے شہیداں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔موضع غفری (کفری) کے جنوب میں گنج شہیداں آج بھی زبان حال سے گواہی دے رہا ہے کہ وادی سون اور کوہستان نمک پر متصرف قبیلہ علوی اعوان نے اپنے اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی آزادی کی تاریخ مسلسل اپنے لہو سے لکھی۔

اولاد حضرت محمد حنفیہؒ کے دعویدار کون؟

اولاد عباس علمدارؒ کی وادی سون اور گردونواح میں تصدیق کے بعد بھی ایک گروہ ہے جس کی تاریخ تحقیق طلب ہے کیونکہ بیسویں صدی کی دوسری دہائی کے اختتام تک برصغیر میں کل سوا پانچ لاکھ اعوان دعویدار تھے۔ صرف ایک صدی بعد ان کی تعداد میں ہوشربا اضافہ ہوا یعنی اب دعویداروں کا اندازہ ہے کہ تین کروڑ کے قریب ہوں گے۔ اس صورت حال میں ہم ان اعوانوں کے حقائق تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو خود کو حضرت محمد حنفیہؒ کی اولاد تو کہتے ہیں مگر ان تک شجرہ ملانے کی عجیب وغریب سعی کر رہے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ بات بن نہیں پا رہی۔ کتب انساب میں اکثر نام ہیں ہی نہیں اور جن معروف القابات اور خطابات پر یہ مصنفین تکیہ کئے ہوئے ہیں ان کی حقیقت کچھ اور ہے۔ خیر ہم مولوی حیدر علی کی کتاب "تاریخ علوی" کی ورق گردانی کرتے ہیں۔ مولوی صاحب صفحہ ۳۲ پر رقمطراز ہوتے ہیں۔

"آئین اکبری میں لکھا ہے کہ لدھیانہ میں مالکان اراضی اوان اور راجپوت ہیں۔ قولہ۔ اب سب باتوں کو ایک طرف رکھتے ہیں۔ اور خود اعوان لوگوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ تم کون ہو۔ ان کا اپنا قول ہے۔ کہ ہم قطب شاہ کی اولاد ہیں۔ اور اس سلسلہ سے برابر حضرت علی علیہ السلام داماد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتے ہیں۔ اقول اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ سب قوم قدیم ایام سے اسی سلسلہ میں منسلک چلے آتے ہیں۔ اور عرب کے لوگ بھی علوئیں کہتے ہیں۔ ایک عربی تاریخ ہے جس کا نام تاریخ اولاد ابی طالب ہے۔

صاف پایا جاتا ہے ۔ کہ لوگ یہی ان کی اولاد سے ہیں ۔اس میں لکھا ہے ۔ کہ مصنف کے وقت تک سب لوگ ملک عرب سے تارک الوطن ہو کر ملک ہند وغیرہ کی طرف چلے آئے ۔ مصنف کہتا ہے کہ میرے سامنے کوفہ میں صرف ایک گھر محمد حنفیہؓ کی اولاد سے گمنامی کی حالت میں باقی رہ گیا تھا ۔ یہ معاملہ کوفہ کی بربادی سے پہلے کا ہے ۔اب وہ بھی نہیں ۔ کیونکہ جب امیر تیمور گورگان نے اس شہر کو مسمار کیا ہے ۔تب سے آج تک آباد نہیں ہوا ۔ راقم نے اس مقہور شہر کو اپنی آنکھوں سے ۱۳۰۳ ھجری میں دیکھا ہے ۔اور صبح فارس میں بندبوشہر کے مقابل سمندر میں ایک پہاڑی پر روضہ حضرت اکبر حنفیہ کا ہے ۔ جہاں بہت لوگ روضہ کے خادم رہتے ہیں ۔ وہ سب اولاد حضرت مرحوم کی ہیں ۔ان کے نسب نامہ میں اوپر کے سب نام دیئے ہیں ۔ جو ہمارے سلسلہ بیان کئے جاتے ہیں"۔

یہ بات پوری دنیا جانتی ہے کہ حضرت محمد حنفیہؓ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار مبارک جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہے ۔جس پہاڑی کا ذکر مولوی حیدر علی فرما رہے اور جن سے اپنے شجرے ملا رہے ان لوگوں کی حقیقت یہ ہے کہ

60ھ سے 173ھ میں کیسانیہ فرقہ اٹھا جن کے عقائد کچھ اس طرح تھے ۔

کیسانیہ کی اکثریت اس بات کی معتقد ہے کہ محمد حنفیہؓ کی وفات نہیں ہوئی ہے بلکہ وہ کوہ رضوی میں مخفی اور غائب ہیں ایک مدت کی غیبت کے بعد آخر میں ظہور کریں گے یعنی رجعت اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے وہ لوگ اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ محمد حنفیہؓ وہی مہدی موعود ہیں اور مکہ معظمہ سے ظہور کریں گے ۔

وہ لوگ کہتے ہیں ہر دن صبح و شام محمد حنفیہؒ کی خدمت میں اونٹ آتے ہیں وہ ان کے دودھ اور گوشت کو کھاتے پیتے ہیں۔

سیداسماعیل حمیری محمد حنفیہؒ کی مداح میں کیسانیہ کے عقائد کی بنیاد پر نظم کیے وہ انہیں اشعار کے ضمن میں کہتے ہیں۔

یا شعب رضوی مالمن بک لایری وبنا الیہ من الصبابۃ لؤلق حتی متی و لی متی وکم المدی یا بن الوصی و انت حی ترزق

اے غار رضوی! تمہارے اندر قیام کرنے والا کیسا ہے جو دکھائی نہیں دیتا جب کہ ہم اس کے عشق میں دیوانے ہو گئے ہیں۔اے فرزند وصی! کب تک اور کس زمانہ تک اور کتنی مدت تک زندہ رہیں گے اور رزق کھاتے رہیں گے۔

یہ فرقہ کوئی ایک صدی تک منظر عام پر رہا السید الحمیاری کے کیسانیہ عقیدہ چھوڑنے کے بعد حیان السراج نے قیادت سنبھالی اور اپنے امام مھدی غائب محمد حنفیہ کے انتظار اور رجعت کے لئے کوشاں رہے۔

بحوالہ: اسماعیلیہ تاریخ وعقائد مصنف فرہاد دفتری

More details of the original beliefs of The Isma'ilis may cautiously and selectively be derived from what al-Nawbakhtiý and al-Qummi relate about the Qarmati's.
The Isma'ilis by Farhad Daftri Page 96

اس تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسی فرقہ کے لوگ ہی فرقہ قرمطی کی بنیاد تھے اور چونکہ گروہ کسانیہ بھی اسی مسلک سے تعلق رکھتا تھا بلکہ بعض روایتوں میں تو اسماعیلیہ فرقہ کی بنیاد فرقہ کسانیہ لکھی گئی ہے۔

جب سے تاریخ اعوان میں بغیر کسی حوالہ اور دلیل قوم کا کل شجرہ حضرت

محمد حنفیہؒ سے جوڑنے کی سازش شروع ہوئی مولوی حیدر علی کی تحریر اس عقدہ سے پردہ اٹھاتی ہے۔

حضرت محمد حنفیہؒ سے ہونے کے دعویدار اعوانوں نے آج تک جو تحریریں لکھی ہیں ان میں استعمال ہونے والے نام پہلے ہی دن سے اجنبی اور عربیک نہیں ہیں۔ پھر سلطان محمود غزنوی کے دور اور بعد قریب کی تاریخوں میں ان ناموں کا کہیں ذکر نہیں ملتا مثلاً میر قطب حیدر نام کے کسی سپہ سالار کا نام کسی تاریخ میں موجود نہیں اسی طرح سالار مسعود غازی کی کہانی بھی ایک افسانوی کردار ہے۔ ملک غازی کے بارے میں ہم وزیر حسین علوی کے خط میں بھی ذکر کر چکے ہیں اس پر محمد ریاض انوال کی تحقیق بھی آگے پیش کی گئی ہے۔ ان تمام حقائق کی روشنی میں یہ لگتا ہے کہ یہ جو خود کو کوہ رضوی پر موجود اولاد محمد حنفیہؒ سے خود کو جوڑتے ہیں یہ چوتھی صدی میں جب قرامطی ملتان میں زور پکڑ چکے تھے۔ افغانستان کے رستے برصغیر آئے اور ضرور سلطان محمود کے ہمراہ جنگوں میں حصہ بھی لیا ہو البتہ سپہ سالار یا سلطان سے رشتہ داری کی باتیں بھی فرضی ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کی کوئی بہن ستر معلّٰی نہ تھی اور نہ ہی سید گل، نہ جانے عبدالرحمٰن چشتی نے کہاں سے یہ نتائج دریافت کئے۔ البتہ حرا ختلی کا نام تاریخوں میں ملتا ہے جس کی اولاد ثابت نہیں۔ افغانستان آمد تک ان کے عقائد کسانیہ نہیں رہے تھے البتہ محمد حنفیہؒ سے محبت میں یہ بدستور متشدد ہی رہے۔ اور آنے والے وقت میں لکھی جانے والی تحریروں میں اپنے سابقہ عقائد کی طرح بھرپور لغو بیانی کرتے رہے۔ اب تک کی تحقیق میں جن حوالوں سے حضرت محمد حنفیہؒ سے شجرہ ملانے کی کوشش کی گئی ہے وہ کسی بھی مستند کتاب نسب سے ثابت نہیں ہوئی۔

یہاں سوال اٹھتا ہے کہ کیا یہ گروہ اس فرقہ کسانیہ سے تعلق رکھنے والے

ہیں جن کے ساتھ مولوی حیدر علی شجرہ ملا رہے ہیں؟

مولوی حیدر علی اور محبت حسین کے لکھے ہوئے مختلف شجرہ جات آپ ملاحظہ فرما چکے اب باقی کتب میں تحریر شجرہ جات دیکھیں جن میں ہر ایک نے اپنی منطق سے شجرہ میں پیوند کاری کی ہے اور ایک نام کے کئی کئی القاب اور خطاب لکھ کر قلابے جوڑنے کی بھونڈی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں روز اول سے کوئی حوالہ نہیں دیا گیا۔

عرب و فارس کی قدیم کتب انساب سے تاریخ زاد الاعوان اور تاریخ باب الاعوان سے لے کر آج تک حضرت عون قطب شاہؒ بن یعلی کا جو شجرہ نسب بیان کیا جا رہا ہے اس میں کسی قسم کی کوئی تحریف نہیں کی گئی اس کے برعکس وہ گروہ جو اپنی اصل پر بری طرح تذبذب کا شکار ہے ان کے سب سے بڑے نقاد ملک شیر محمد آف کالا باغ جنہوں نے مولوی حیدر علی کی تحقیق کو عرق ریزی سے تعبیر کیا مگر اپنی کتاب میں کوئی بھی تاریخی حوالہ دینے میں ناکام رہا 1956ء میں چھپنے والی اپنی کتاب تاریخ الاعوان میں صفحہ 72 پر قطب شاہ کا شجرہ یوں لکھا ہے۔

حضرت میر قطب شاہ بن شاہ عطا اللہ غازی بن شاہ طاہر غازی بن شاہ طیب غازی بن شاہ محمد غازی بن شاہ عمر غازی بن شاہ ملک آصف غازی بن شاہ بطل غازی بن شاہ عبدالمنان غازی بن محمد حنفیہؓ بن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس کے بعد 1969ء میں خواص خان ہزاروی نے صفحہ 190 پر القابات اور خطابات سے مزین یہ شجرہ لکھا

میر قطب حیدر شاہ عون بن ابی یعلی حمزہ ملقب بہ میر عطا اللہ غازی و

امان شاہ بن الحسین ملقب بہ میر طاہر غازی سلطان حسین شاہ بن زید ملقب بہ میر طیب غازی بن جعفر ثالث ملقب بہ میر محمد غازی بن عبداللہ ملقب بہ میر عمر غازی بن جعفر ثانی ملقب بہ آصف غازی بن عبداللہ راس المذری ملقب بہ میر بطل غازی بن جعفر اصغر ملقب بہ عبدالمنان سکندر ثانی بن محمد اکبر معروف بہ ابن الحنفیہؒ بن جناب امیر المومنین علیؑ۔

اب اس شجرہ کو دیکھ کے ماہر انساب تو ایک طرف عام انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ دو شجروں کو گڈ مڈ کر دیا گیا۔ بغیر حوالوں کے صرف قوم کو گمراہ کیا گیا۔ موصوف جس علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں ممکن ہے وہاں ایسے شجرے دیکھنے کو ضرور ملتے ہوں کیونکہ وہاں آباد بیشتر لوگوں نے خود کو اپنی دانست میں اعوان کہلوانا شروع کیا۔ تاریخی اعتبار سے چند گھرانے جو راولپنڈی ڈویژن سے ہجرت کر کے آباد ہوئے وہی اعوان ہیں۔

اس کے بعد محمد ہاشم سیالکوٹی نے اپنی کتاب حقیقت الاعوان فی آل حبیب الرحمٰن 1390ھ شائع کی تو اس کے صفحہ 94 پر قطب شاہ کا شجرہ کچھ یوں لکھا ہے جس میں قطب شاہ کے والد کا نام عقیل پیش کیا ہے۔

امیر قطب الدین معروف بہ قطب شاہ بن عقیل بن حسین بن محمد بن علی بن ابو علی الحق بن عبداللہ راس المذری بن جعفر الثانی بن عبداللہ بن جعفر الاصغر بن محمد الاکبر بن علیؑ امیر المومنین

اور صفحہ 141 پر عقیل بن حسین معروف بہ عون اور علی بن الحق لکھا ہے۔

ان تاریخ دانوں نے محدود مطالعہ کے پیش نظر جہاں لفظ قطب یا غازی دیکھا اعوانوں کے شجرے میں جڑ کر ایک کتاب لکھ ڈالی۔ تعجب ہے ملک شیر محمد آف کالا باغ نے اپنے کتاب تذکرۃ الاعوان میں صفحہ ٦٠ پر بابا ہاشم کے حوالے سے

لمبی تاویل باندھتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے خلاصۃ الانساب کے حوالے سے کتاب لکھی تو میرے پاس آئے اور میں نے انہیں کہا کہ یہ کتاب خود دیکھیں تو میرے پاس آئیں۔ جب تک میں یہ کتاب نہیں دیکھوں گا آپ کے نظریہ سے متفق نہیں ہوں گا۔ چنانچہ انہیں یعنی بابا ہاشم کو خلاصۃ الانساب نہ ملی تو پانچ ماہ بعد واپس مایوس لوٹے۔

بابا ہاشم کی کتاب میں ملک شیر محمد کا کوئی تبصرہ نہیں ہے اور اگر انہوں نے دوسری بار مسودہ دیکھا تھا تو اس شجرہ پر کچھ نہ لکھا۔ کیوں کہ بابا ہاشم نے ایک بالکل ہی نیا شجرہ لکھ دیا۔

1992ء میں پرویز احمد خان نے تاریخ اعواناں فی اولاد علی کے نام سے ایک ضخیم کتاب شائع کی جس میں اعوان قوم کے متعلق قیمتی معلومات لکھیں جو بعد میں کئی مصنفین نے نقل کیں۔ وہ صفحہ 370 پر شجرہ لکھتے ہیں

قطب حیدر شاہ بن ابو علی عرف عطا اللہ بن طاہر بن طیب بن محمد بن میر اسیدن شاہ بن آصف بن بطل یا بطال بن عون عرف سکندر بن محمد عرف زبیر بن علی بن محمد اکبر محمد بن حنفیہ بن حضرت علیؓ بن ابی طالب۔

حاجی جہانداد خان اعوان نے 2000ء میں نسب الصالحین شائع کی جس میں قطب شاہ کا یہ شجرہ پیش کیا۔

سالار میر قطب حیدر شاہ غازی ملک بن سالار ابو علی میر عطا اللہ غازی معروف امان شاہ غازی بن شاہ حسین غازی بن سالار میر طاہر غازی بن سالار میر طیب غازی بن سالار محمد غازی بن سالار میر عمر غازی بن سالار میر آصف غازی بن عبدالمنان غازی بن عبدالمنان ثانی بن عون سکندر ثانی بن محمد عرف زبیر بن علی معروف عبدالمنان بن ابو القاسم محمد الحنفیہ المعروف محمد اکبر و محمد حنیف

دلچسپ امر یہ ہے کہ ان تمام لکھاریوں نے اپنی کتب میں زاد الاعوان اور باب الاعوان پر تنقید لکھنا ضروری سمجھا اور اپنی سمجھ کے مطابق لکھا مگر جب اپنا شجرہ لکھنا شروع کرتے تو قدم ڈگمگا جاتے۔ عرف، کنیت المعروف کی بغیر حوالوں کے بیساکھیوں کے سہارے کھڑے ہونے کی کوشش کرتے۔ خلاصۃ الانساب کو تلاش کے بجائے رد کرتے رہے جواب مل چکی دیکھنا یہ ہے کہ اب جو ان میں سے زندہ ہیں وہ دنیا کو کیا منہ دکھائیں گے۔

۲۰۰۲ء میں محمد رفیق علوی نے حقیقت الاعوان کے نام سے کتاب شائع کی جس کے صفحہ 135 پر شجرہ لکھا

سالار میر قطب الدین المعروف قطب شاہ غازی علوی بن عطا اللہ شاہ غازی الهراتی بن طاہر غازی بن میر طیب بن عمر بن محمد بن آصف بن میر بطل بن عبد المنان العلوی بن عون علوی بن حضرت محمد حنفیہ بن امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام۔

۲۰۰۲ء میں حافظ محمد ریاض نے ایک کتاب تاریخ قطب شاہی اعوان کے صفحہ ۱۳۶ پر قطب شاہ کا شجرہ یوں ترتیب دیا

غازی قطب شاہ بن غازی نور اللہ بن غازی ملک طاہر بن غازی ملک طیب بن غازی ملک محمد بن غازی عمر بن غازی ملک آصف بن حضرت بطل غازی بن غازی عبد المنان بن حضرت محمد حنیف بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

۲۰۱۰ء میں ملک عبد العزیز اعوان نے کتاب اعوان تاریخی پس منظر میں یہ شجرہ پیش کیا:۔

میر قطب شاہ غازی بن میر عطا اللہ شاہ غازی بن طاہر غازی بن الطیب غازی بن عمر غازی بن محمد غازی بن آصف غازی بن بطل غازی بن غازی

عبدالمنان بن عون علوی بن ابو القاسم محمد حنیفہ بن حضرت علی کرم وجہہ اللہ۔

محمد ریاض انوال اعوان کی کتاب معارف الاعوان کی تقریب رونمائی پر اعوان مصنفین کو ایک پلیٹ فورم پر لانے کے لئے تنظیم الاعوان پاکستان کے چیرمین امجد حسین علوی کی دعوت پر ایک تقریب کا اہتمام ۱۲ اپریل ۲۰۱۴ء کو اسلام آباد میں ہوا جس میں خاکسار کے علاوہ محمد ریاض انوال اعوان ، حافظ ریاض سیالوی، عبدالکریم خان، پیر الطاف علی صاحب، صدیق علوی وغیرہ نے شرکت کی جس میں شجرہ پر اتفاق نہ ہو سکا۔ اس کے بعد حافظ ریاض کی کتاب سوانح حیات ملک قطب حیدر شاہ کے حوالے سے ایک میٹنگ کا اہتمام ہوا جس میں خاکسار اور محمد ریاض انوال اعوان نے اس کتاب میں موجود شجرہ اور خیالی کہانیوں کو رد کر دیا۔ موصوف نے وادی سون میں حضرت عبداللہ گولڑہ بن عون بن یعلی کی یادگار کو نظر انداز کر کے بھارت میں کسی عبداللہ راجو نامی شخص کی قبر کو عبداللہ گولڑہ سے تعبیر کیا۔ جسے میں نے تحریری طور پر مسترد کر دیا۔ کیونکہ عونؒ بن یعلی اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ گولڑہؒ کا تراوڑی سے آگے جانا ثابت نہیں ہے۔ امجد علوی اور حافظ ریاض نے عجلت میں کتاب شائع کرائی جسے نہ صرف اعوان قوم نے مسترد کر دیا بلکہ محبت حسین نے بھی اس کتاب کو جعلی کتاب قرار دیا۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۶ پر مراۃ مسعودی ترجمہ مولانا صدیق بھرائچی کی سند کے ساتھ شائع کیا مراۃ مسعودی جو جعل سازی اور افسانوی کرداروں کا ایک مجموعہ ہے آگے اس کے کرداروں کی حقیقت آپ پر واضح کی جائے گی یہاں شجرہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت ملک قطبؒ شاہ بن غازی نورؒ اللہ (عطا اللہ) بن غازیؒ طاہر بن غازی طیبؒ بن غازی محمدؒ بن غازی عمرؒ بن ملک آصف بن غازی ظلؒ

بن غازی عبدالمنان بن حضرت محمد بن حنفیہؒ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ

اس شجرہ میں دلچسپ بات یہ ہے کہ قطب شاہ کے والد کے دو نام لکھے ہیں اب یہ حافظ صاحب ہی بتا سکتے ہیں کہ دو نام کیوں؟ کیا خود انہیں پتہ نہ تھا کہ اصل کون قطب شاہ کا باپ ہے کیونکہ سند شجرہ ایک الحاقی مسترد شدہ کتاب ہے۔ پھر آگے صفحہ 358 پر اپنا شجرہ لکھتے ہوئے عطا اللہ کا نام حذف کر دیا گیا ہے۔

اور اب پچھلے دنوں ادارہ تحقیق الاعوان کے عبدالکریم خان نے ایک کتاب تاریخ قطب شاہی علوی اعوان کے نام سے شائع کی۔ جس کی جعل سازی کو دیکھتے ہوئے بے اختیار مولوی حیدر علی لدھیانوی یاد آگئے ۔ یہ کتاب بڑے حوالوں سے اس نظریے کے حامیوں کے منہ پر ایک کالک بن کر ہمیشہ ان کو ان کی گمراہی کا احساس دلاتی رہے گی۔ جب اس ادارہ نے اپنے رسالہ میں نت نئے شجرے متعارف کرانے کا سلسلہ شروع کیا تو عبدالکریم خان کو متنبع کیا گیا تھا کہ اس نظریے کو عمدۃ الطالب کا صفحہ ۲۱۸ رد کر رہا ہے۔ لیکن یہ کہاں ماننے والے اس نے بالآخر وہ گل کھلا ہی دیا جس کا اندیشہ تھا اب یہ شجرہ صفحہ 6 پر لکھا ملاحظہ فرمائیں:۔

سالار قطب حیدر غازی بن عطا اللہ غازی بن طاہر غازی بن طیب غازی بن شاہ محمد غازی بن شاہ غازی بن آصف غازی بن عون قطب غازی بن علی عبدالمناف بن حضرت محمد الاکبر (محمد حنفیہؒ) بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ

اس شجرہ کے حوالہ جات منبع الانساب ، مرات مسعودی، بحر الجمان ، تاریخ حیدری، تاریخ علوی اعوان اور تحقیق الانساب درج ہیں ۔اگر اس شجرہ کو دیکھیں تو یہ شجرہ خود ہی بتا دے گا کہ کسی انجان نے پیوند کاری کی ہے۔

سب سے پہلے تو حضرت محمد الاکبرؒ کے بیٹے علی کے ساتھ منبع الانساب سے لیا گیا نام عبدالمناف لکھا جبکہ اس سے قبل مرات مسعودی، تاریخ علوی اعوان اور تحقیق الانساب میں صرف عبدالمنان ہی آیا ہے۔ اس سے نیچے عون کے ساتھ قطب غازی لکھ کر اس نظریے پر چھپنے والی تمام کتب کی نفی کی ہے۔ اور مضحکہ خیز بات عون کی اولاد آصف غازی لکھا ہے جبکہ حوالے کی تمام کتب میں عون کا صرف ایک بیٹا محمد لکھا ہوا ہے۔ اب یہ آصف کہاں سے آیا؟ عون بن علی بن محمد حنفیہؒ سے متعلق کئی کتب میں آیا کہ وہ شہید ہو گئے تھے اور ان کی اولاد آگے نہیں چلی۔

پھر آخر پر جو سالار قطب حیدر غازی کا نام منبع الانساب کے شجرہ میں موجود نہیں یہ اپنی طرف سے جڑ دیا گیا۔ اس کے علاوہ آگے قطب حیدر کے بیٹوں میں عبداللہ گولڑہ اور محمد کندلان بھی لکھا ہے جن کا تاریخ حیدری میں مولوی حیدر علی نے اعتراف کیا ہے کہ وہ عون بن یعلیٰ کے بیٹے ہیں۔ ادھر عبدالکریم خان تاریخ حیدری کا حوالہ دے کر صرف قارئین کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ان کی کتاب بدترین چربہ سازی ہے اور غلط صحیح جہاں سے بات ملی، کانقل کر لی تاریخوں کی صحت پر غور نہ کیا۔

تاریخ قطب شاہی علوی اعوان جو کہ محمد کریم خان اعوان اور مشتاق الٰہی اعوان کی مشترکہ تصنیف ہے اور یہ ادارہ تحقیق الاعوان کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہے اس کے صفحہ ۳۶ پر یہ تحریر ملاحظہ فرمائیں

عبدالرحمٰن چشتی 9 ربیع الثانی 1005ھ میں رسول پور دھنتی [دھنوتی] لکھنو میں پیدا ہوئے۔ آپ نے قطب شاہی علوی اعوان قبیلہ کا مستند ماخذ مراۃ مسعودی (1014- 1043) تالیف کرنے کے بعد پھر مراۃ الاسرار

(1065-1045) تصنیف فرمائی۔ مراۃ مسعودی میں آپ نے سلطان الشہدا سالار مسعود غازی (قطب شاہی علوی اعوان) کی پیدائش سے شہادت تک کے واقعات قلمبند کئے ہیں اور قطب شاہی علوی اعوان قبیلہ کا مستند ماخذ شجرہ نسب بھی درج کیا ہے۔

اب اس تحریر کی حقیقت بیان کرتا ہوں یہ تواریخ زبیر احمد گلزاری کی ترجمہ شدہ مراۃ مسعودی کا نسخہ جھوجھہ سے نقل کی گئیں ہیں۔ نسخہ جھوجھہ میں یہ تاریخ (1014-1043) غلط لکھی گئی ہے [زبیر احمد گلزاری نے اعتراف کیا ہے کہ ان سے یہ لغزش ہوئی ہے۔] صحیح تاریخ (1014-1037) ہے محمد کریم خان اعوان اور مشتاق الٰہی اعوان کی تحقیقی صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نقل کرتے ہوئے اہم تواریخ بغیر تحقیق کئے جڑ دیں۔ اس سے آگے کی تحریر میں سالار مسعود غازی کے ساتھ (قطب شاہی علوی اعوان) لکھ دیا ہے حالانکہ پوری مراۃ مسعودی میں کہیں بھی لفظ اعوان یا قطب شاہ نہیں لکھا گیا اب یہ اضافی عبارت خود ڈالی گئی ہے جسے واضح کرنا چاہیے تھا اصول تاریخ کے مطابق مصنف حوالہ کے اندر جب کوئی بات اپنی طرف سے لکھے تو بڑی بریکٹ [] کے اندر لکھتے ہیں ۔ اصول تاریخ سے بے بہرہ ان شوقین تاریخ دانوں نے تاریخ اعوان کو داغدار کیا ہے اسی کتاب میں صفحہ ۲۹ پر داتا گنج بخش ہجویری کو بھی اعوان لکھ دیا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ سادات فاطمیہ سے ہیں اس کا ذکر ہر تذکرہ نگار نے کیا ہے جبکہ ان حنفیوں کی ماخذ کتاب منبع الانساب میں ان کو حضرت عمر الاطرافؓ سے لکھا گیا۔ منبع الانساب کے مطالعہ سے اس میں کئی غیر محقق چیزیں درج ہیں۔ اس سے قبل انہوں نے رسالہ شعوب میں عبداللہ شاہ غازیؒ کے متعلق بھی قیاس کیا تھا کہ وہ بھی اعوان ہیں۔

اصل نام عبداللہ الاشتر بن محمد النفس الزکیہ بن عبداللہ المحض بن حسن مصنع بن سبط نبی حضرت حسنؓ۔ اور اس کا بڑا ثبوت ان کی ہی اولاد سے سید عبدالحیی حسنی صاحب نزہتہ الخواطر جس کا ذکر مصنف نے اپنے مقدمہ میں کیا ہے۔ جن کا ذکر ساری کتب تاریخ میں موجود ہے۔ لگتا ہے علوی اعوان قبیلہ کے شجرہ کو متنازعہ بنانے کے بعد اب اولیاء اللہ کے نسب نامہ متنازعہ بنانے کی مبینہ مہم کا آغاز ہو چکا ہے۔ داتا صاحب فاطمی سید ہیں اور ان پر قیاس کرنا سمجھ سے باہر ہے قیاس تو اس چیز کا ہوتا ہے جس کا پتہ نہ ہو۔ ان شوقین تاریخ دانوں کو پہلے ان بزرگان کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ یہ پوری کتاب ہی قوم کے ساتھ ایک عجیب مذاق کیا گیا ہے۔

رسالہ شعوب جس کے چیف ایڈیٹر محبت حسین ہیں اعوان قوم کے شجروں میں ماہانہ بنیادوں پر تبدیلی کر کے خوب جگ ہنسائی کا باعث بن رہا ہے۔ اس کے فروری 2015ء کے شمارے میں سید معین الدین جھونسوی کی 1426ء میں لکھی گئی فارسی کتاب منبع الانساب جس کا اردو ترجمہ علامہ ڈاکٹر شہرامی نے کیا ہے کے صفحہ 363 - 365 سے نقل کیا گیا ہے۔ جو یہ ہے:۔

سید سعید الدین سالار مسعود غازی بن سید ساہو غازی بن سید ساہو غازی بن سید عطا اللہ غازی بن سید طاہر غازی بن سید طیب غازی بن سید شاہ محمد غازی و شاہ احمد غازی بن شاہ غازی بن آصف غازی بن عون عرف قطب غازی بن علی (عبد مناف) بن محمد حنفیہ۔

اسی رسالہ کے اگلے شمارہ یعنی مارچ اپریل 2015ء کے شمارے کے صفحہ ۳۴ پر نسب قریش کے صفحہ 77 کے مطابق

عون بن علی بن محمد بن علیؓ بن ابی طالب کا ایک بیٹا محمد اور دو بیٹیاں رقیہ اور علیہ تھیں جن کی والدہ مہذبیہ بنت عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد بن مسلمہ الانصاری تھی اور محمد کا ایک بیٹا علی اور دو بیٹیاں حسنہ اور فاطمہ تھیں جن کی والدہ صفیہ بنت محمد بن مصعب بن الزبیر تھی۔ پھر بحر الانساب مصنفہ سید محمد بن احمد بن عمیر الدین الحسینی (900ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ علی بن محمد بن عون بن علی بن محمد بن الحنفیہ کے چھ بیٹے الحسین، الحسن، احمد، محمد، عیسیٰ اور علی تھے۔ پھر منبع الانساب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ شاہ احمد غازی و شاہ محمد غازی ابن علی بن محمد بن عون عرف قطب غازی (قطب شاہی) بن علی بن عبدالمناف بن محمد الاکبر (محمد حنفیہ) بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد برصغیر میں قطب شاہی اعوان کے نام سے آباد ہے۔

ان شجروں میں جس طرح من مانی سے خطابات اور القابات دیئے گئے وہ اپنی جگہ یہاں ہم برصغیر کی کتب کو ایک طرف رکھتے ہیں سرزمین فارس و عرب کے مایہ ناز اور مستند کتب کی ورق گردانی کر کے حقائق تلاش کرتے ہیں۔

بحر المطالب فی نسب آل ابی طالب میں اولاد عباس علمدارؑ کے صفحہ ۷۱ پر لکھا گیا ہے کہ عون بن علی بن محمد حنفیہؒ کی اولاد نہیں چلی۔

بابا ہاشم سیالکوٹی اپنی کتاب میں صفحہ 69 پر سید احمد کرمانی کی کتاب عمدۃ الطالب کے حوالے سے محمد بن حنفیہؒ کے چودہ (۱۴) لڑکے تھے صرف دو سے نسل جاری ہوئی یعنی جعفر اور علی سے۔ پھر جعفر کا عبداللہ اور علی کا ابو الحسن جس کے دو لڑکے محمد اور علی تھے اور بحر الانساب کے مؤلف نے علی کا ایک لڑکا عون لکھا ہے اس سے آگے شجرہ مفقود ہے۔ لیکن بحر الجمان میں سید محبوب شاہ نے عون کے نیچے میر ساہو کا شجرہ جڑ دیا ہے۔ جو نہ صرف میرے (یعنی بابا ہاشم کے) بلکہ

کئی دوسرے مصنفین کے نزدیک درست نہیں ہے۔

یہاں بھی عون کے نام کے ساتھ عرف سکندر لکھ کر لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی گئی ہے جبکہ بابا ہاشم کے مطابق بحر انساب میں صرف عون نام ہی لکھا ہوا ہے۔ پھر عون کا بیٹا بطل یا بطال لکھا ہے جبکہ مراۃ مسعودی میں بطل کے باپ کا نام عبدالمنان لکھا ہوا ہے۔ یہاں عبدالمنان کا نام کھا گئے ہیں۔ دوسرے شجرہ پر صرف اتنا کہوں کہ جس منبع الانساب کا ڈھنڈورہ پیٹا جا رہا ہے وہی منبع الانساب ان کے نظریات کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگی کیونکہ لگتا یہ ہے کہ انہوں نے منبع الانساب سے صرف شجرہ دیکھا ہے باقی کتاب نہیں دیکھی اس کتاب پر آگے چل کر مفصل لکھا گیا ہے۔

میرے علوی اعوان بہن بھائیو! یہ ہے ادارہ تحقیق الاعوان پاکستان کی حقیقت۔ جان بوجھ کر اپنا حسب نسب کہیں اور جوڑنے سے جہنم واجب ہو جاتی ہے اور یہ گروہ اپنی ہر کتاب میں یہ عمل واجب کرا رہا ہے۔ اب کوئی گھس بیٹھیا اعوان ہو تو ان کی تحقیق پر سر دھنے۔ ورنہ اصل النسل علوی عباسی اعوانوں کا شجرہ نسب تو جو ہے ہمیشہ ہر کسی نے وہی لکھا۔ وہی پاک نام جو عرب میں پہلے بھی تھے آج بھی ہیں۔ ان کے عجمی و فارسی ناموں سے سجے یہ شجرے ہی ان کی تحقیق کا رد ہیں۔ امید ہے اس عنوان پر اب تشنگی باقی نہیں رہی ہوگی۔ اور اب ہم بات کرتے ہیں ان کے افسانوی کرداروں پر جن کے بارے میں تاریخ خاموش ہے مگر انہوں نے ان سے سومنات تک کے بت تڑوا دیئے۔

تاریخ اعوان کے افسانوی کردار

سلطان محمود غزنوی کی تاریخ لکھی جانے لگی تو وقت کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے کردار بھی سامنے آئے جو طلسماتی لگتے تھے پھر سترہویں صدی میں ان پر کتب لکھ کر ان کو افسانوی رنگ بھرنے میں عبدالرحمٰن چشتی نے مراۃ الاسرار اور مراۃ مسعودی لکھیں۔ تاریخ اعوان لکھنے والوں نے اندھی تقلید کی اور منبع الانساب کو آسمانی صحیفہ سمجھ لیا اور مجھے تو لگتا کہ انہوں نے کتاب مکمل پڑھی ہی نہیں ورنہ اس میں درج تاریخوں سے تو وہ زمانہ سلطان محمود کا ہے ہی نہیں تو کہاں گیا سلطان محمود سے اعوان کا خطاب اور کہاں گیا سالار قطب حیدر۔۔۔۔

بطل غازی

حضرت محمد حنفیہؒ سے شجرہ ملانے والوں نے ایک مدت تک بطل یا بطال غازی کو اپنے شجرے میں پیش کیا۔ حالیہ دنوں میں ان کی طرف سے یہ نام شجرے سے حذف کر دیا گیا ہے۔ بطل نام کی جو شخصیت تاریخ میں ملتی ہے وہ بطل غازی کے نام سے بنو امیہ سے معاویہ بن ہشام بن عبدالملک کا غلام تھا۔ جو بہت دلیر آدمی تھا۔ اس نے جہاد روم کے معرکوں میں حصہ لیا اور شہید ہوا۔

بحوالہ: ابن کثیر البدایہ والنھایہ جلد نمبر 9 صفحہ 331۔334 طبع بیروت 1990ء

المسعودی مروجہ الاطبا جلد 2 کے صفحہ 129 پر لکھا گیا ہے کہ بطل غازی یا بطال غازی بنی امیہ کا ایک غلام جو بازنطائینی مہموں میں مارہ گیا۔

ترکی کی حماسہ داستانوں میں بطل کو مختلف ادوار میں ہیرو بنا کر پیش کیا

جاتا رہا ہے اسی طرح وسطی ایشیاء کی سراؤں میں داستان سرا بطل کے قصے سنایا کرتے تھے۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ داستان سراؤں سے سنی ہوئی داستانوں سے متاثر ہو کر بطل غازی کو بھی بہادری کی علامت کے طور پر محمد الاکبرؒ کے شجرہ میں شامل کر لیا گیا۔ کیونکہ بقول مولوی حیدر علی نے تاریخ علوی کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اس میں سنے ہوئے قصے شامل ہیں۔ افسوس صد افسوس مولوی حیدر علی کے مقتدین نے تحقیق سے کام لینے اور حوالوں کو فن تاریخ کے اصولوں کے تحت پرکھنے اور جانچنے کے بجائے تاریخ علوی اور تاریخ حیدری کو صحیفہ آسمانی خیال کرتے ہوئے ان کی بنیاد پر اپنی تاریخ کی عمارت کھڑی کر کے ہر لکھاری ایک نئی منزل کھڑی کرتا رہا۔ جبکہ یہ بھاری بھرکم تاریخی اہرام بھکر کے نقاد اور محقق بلال مہدی کے ایک مقالے کا جھٹکا برداشت نہ کر سکا۔

سالار عطا اللہ

یہاں پر چربہ سازی کچھ اس طرح کی گئی کہ ابو علی عرف عطا اللہ کو ہرات کا گورنر لکھا گیا یہ درست ہے۔ کہ ابو علی سیمجور دواتی ہی دولت سامانیہ کے آخری دنوں میں ہرات کا گورنر تھا۔ جس نے سبکتگین کے ساتھ بے وفائی کرتے ہوئے بغاوت کی اور طوس کے نزدیک سبکتگین سے شکست کھا کر گرفتار ہوا۔ یہ کسی طور بھی شجرہ علویہ میں نہیں آتا بلکہ ایرانی نژاد ترک ہے۔

حوالہ:۔ از ابوالفضل بیہقی صفحہ 196

اب اس نام کے دوسرے لاحقہ عطا اللہ پر غور کریں اور اگر انساب علویہ میں عطا اللہ نام کا کوئی فرد تلاش کیا جائے تو وہ امام زادہ عطا اللہ جناب حسنؓ کی اولاد سے ہے۔ ان خود ساختہ مورخوں نے نہ صرف نسب ہائے علویہ میں من مرضی کی تحریفیں کیں یعنی سادات فاطمیہ کو سادات علویہ میں جڑ دیا تو

کہیں سلجوکوں، ترکوں اور ایرانی النسل لوگوں کو سادات علویہ کے نسب میں شامل کیا۔ گویا شکوک وشبہات کا ایک طوفان کھڑا کر کے اس کی گرد میں اولاد علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل و کمالات اور تاریخ ونسب کو چھپانے کی ناکام کوشش کی جس کی واضح مثال نسب علویہ یعنی محمد الاکبر بن امام علی کرم اللہ وجہہ کے شجرہ میں قطب حیدر کو گھسیٹ لانا ہے۔

سالار قطب حیدر

جہاں تک قطب حیدر کا تعلق ہے یہ بھی حنفی اعوان کہلانے والوں کا تراشا ہوا کردار ہے۔ چیلنج دیا جاتا ہے۔ کہ انساب علی کرم اللہ وجہہ پر جتنی بھی کتابیں ہیں ان میں سے کسی ایک کتاب میں یہ حضرات محمد الاکبر بن امام علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں سے قطب حیدر نام کا کوئی شخص ثابت کر دیں۔

یہ لوگ جب بھی کسی کتاب کا ذکر کرتے ہیں تو اسے مستند کہتے ہیں جبکہ مراۃ مسعودی جیسی مسترد شدہ کتاب بھی ان کے نزدیک مستند ہے۔ یا تو یہ حضرات فن تاریخ نویسی سے آگاہ نہیں یا پھر جان بوجھ کر اعوان تاریخ کے اندر شکوک وشبہات کا غبار پھیلا رہے ہیں۔ حالانکہ فن تاریخ نویسی میں مستند تاریخ وہ ہوتی ہے کہ جس میں زیر بحث افراد ہی کے دور میں یا مابعد کے قریب ترین دور میں لکھی گئی ہو۔ مقام حیرت ہے کہ سالار مسعودؒ شہید کی شہادت کے ۶۰۰ سال کے بعد لکھی جانے والی کتاب "مراۃ مسعودی" کو بھی مستند سمجھتے ہیں۔ حالانکہ مراۃ مسعودی میں بھی کسی جگہ قطب حیدر بن عطا اللہ کا ذکر نہیں ۔ نہ کسی نسابہ کی کتاب میں ذکر ملتا ہے اور نہ سلطان محمود غزنوی کے دور کے کسی مورخ نے کسی قطب حیدر کو اس کے حکام یا امراء میں شمار کیا تو پھر یہ قطب حیدر کون ہے؟

ایک نام جسے کبھی قطب الدین حیدر تو کبھی قطب حیدر کے طور پر حنفی

اعوان دعویدار لکھاریوں نے بار بار شجرے میں دہرایا ہے تو یہ قطب الدین حیدر ایران کے سلسلہ قلندریہ کا بانی ہے جس کا مزار آج بھی تربت گاہ حیدریہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے اس کی وفات 557 ھ میں ہوئی۔ بحوالہ تاریخ بناکتی

شجرہ نسب کچھ یوں ہے قطب الدین حیدر بن تیمور بن ابو بکر بن سلطان بن شاہ سلطان خان۔

ڈاکٹر غلام حسین مصائب نے بھی اسے ایرانی صوفی فرقہ قلندریہ کا بانی بتایا ہے۔ ایک اور قطب حیدر کہ جسے تاریخ میں سپہ سالار حیدر پہلوان کا نام دیا گیا ہے اور ہمارے خیال میں مولوی حیدر علی سے لے کر محمد کریم خان تک حقی اعوان دعویدار لکھاری اسی سپہ سالار قطب حیدر سے اشتباہ کھاتے رہے اور اسی اشتباہ میں انہوں نے تاریخ علوی اعوان کو متنازعہ بنا دیا۔ اصل صورتحال کچھ یوں ہے کہ ایران میں ایلک خانیوں کے زوال پر ان کے مقرر کردہ اعمال اور حکام کی لوٹ گھسوٹ اور جبر و تشدد سے تنگ آ کر عوام نے چنگیز خان کی باقیات کے خلاف بغاوت کر دی اور سبزہ وار ہرات اور افزاز باغیوں کے مرکز قرار پائے۔ سپہ سالار قطب حیدر پہلوان اسی باغی گروہ کا سپہ سالار تھا جس کا اقتدار اسفرائین پر صرف ایک سال یعنی 760ھ سے 761ھ تک رہا۔ 761ھ میں سپہ سالار خواجہ مسعود اور لطف اللہ نے باہم مشورہ کر کے اسے قتل کر دیا اور لطف اللہ کو افزائین کا اقتدار سونپ دیا۔

تذکرہ دولت شاہ ثمر قندی

تاریخ سربداران

ریاض الارواح بن محمد ہاشم

تاریخ بخارہ

تاریخ میں اسے ایران کا دور طوائف الملو کی بھی کہا جاتا ہے۔خیال غالب بھی ہے کہ ہرات سے کشمیر اور شمالی پاکستان میں اکثر ہجرتیں ہوتیں رہیں چونکہ دور طوائف الملو کی میں نہ کوئی تاریخ نویسی تھی نہ وقائع نگاری۔معلوم یہی ہوتا ہے کہ اسی سپہ سالار قطب حیدر کی اولاد اسی دور طوائف الملو کی میں کہیں ہزارہ یا کشمیر میں وارد ہوئی۔مابعد کی نسلوں کے پاس اور تو کوئی تاریخ موجود نہ تھی یقینی طور پر انہیں اپنے جد اعلیٰ یعنی سالار قطب حیدر کا نام یاد رہا ہو گا۔لگتا ہے کہ وہ لوگ اب تک اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے سپہ سالار قطب حیدر کو کبھی شجرہ سادات علویہ میں شامل کرتے ہیں اور کبھی اس کے ڈانڈے محمود غزنوی کی افواج سے ملاتے ہیں۔

یہاں بھی چیلنج دیا جاتا ہے کہ جس کا جی چاہے ثبوت کے لئے تذکرہ دولت شاہ ثمرقندی کا مطالعہ کرے یا پھر کسی بھی کتب نسابہ سے یا محمود غزنوی کے درباری مورخین کی کتابوں میں سے قطب حیدر کا یا سپہ سالار قطب حیدر کا نام نکال دکھائیں۔ہم اپنے موقف سے دستبردار ہو جائیں گے۔

محمد بن عبدالجبار عتبی صاحب یمینی یا ابوالفضل صاحب بیہقی نے اپنی تواریخ میں کسی قطب حیدر کا ذکر نہیں کیا۔

حنفی اعوان ہونے کے دعویدار لکھاریوں نے اپنے شجرہ جات میں میر حیدر کا لفظ بھی افراط سے استعمال کیا ہے۔جیسے کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ یہ گروہ سادات فاطمیہ اور سادات علویہ کے شجرہ جات باہم مخلوط کرتا چلا آیا ہے۔
میر حیدر بن سید بہاالدین معروف میر حیدر آملی ہیں پیدائش 720ھ وفات 787ھ مدفون آمل تصریفات تفسیر محیط الاعظم جامعۃ الاسرار۔

دانش مندان و مشاہیر آمل از ڈاکٹر محمود غفاری
تشیع و تصوف از مصطفیٰ شیبی ترجمہ زکاوتی

ملک غازی

حضرت محمد حنفیہؒ سے اپنا شجرہ نسب جوڑنے والوں نے قطب حیدر اور اوپر کے ناموں میں لفظ سالار اور غازی کا استعمال اتنے شد و مد سے کیا کہ خیال کیا جاتا یہ الفاظ ان کے نسبی ناموں کا مستقل حصہ ہیں اب ان ناموں کی حقیقت کی بات کرتے ہیں اس سلسلے میں محمد ریاض انوال اعوان نے اپنے تبصرہ "ملک غازی تحقیق کے آئینے میں" یوں رقمطراز ہوتے ہیں

ملک محبت حسین صاحب مصنف کتاب تاریخ علوی اعوان (اشاعت اول 1999ء صفحہ 393 اور اشاعت دوم 2009ء صفحہ 396) پر لکھتے ہیں کہ قطب شاہ کا اصل نام قطب حیدر تھا۔ مراۃ مسعودی میں سالار قطب شاہ لکھا ہے۔ دیگر علوی اعوان تاریخوں میں قطب شاہ غازی، غازی قطب شاہ، میر قطب شاہ، سالار قطب شاہ یا سالار قطب حیدر علوی غازی کے نام بھی آپ ہی کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ بعض تاریخوں میں آپ کا نام ملک غازی ہے۔ تاریخ خان جہانی ومخزن افغانی کے مؤلف خواجہ نعمت اللہ ہروی (993ھ تا 1014ھ) لکھتے ہیں "اس کے ایک عرصہ بعد ۴۰۰ھ میں جب خدا تعالیٰ نے سلطان محمود غزنوی کو سلطنت کا اعزاز بخشا اور عراق، عجم، خراسان اور ماوراء النہر سے کابل و غزنی کی حدود تک بلکہ دریائے سندھ کا علاقہ بھی اس کے زیر نگین ہو گیا تو نو سردار جن کے نام کتب تاریخ میں اس طرح مسطور ہیں 'ملک خانوی، ملک مامون، ملک داؤد، ملک یحییٰ، ملک احمد، ملک محمود، ملک محمد، ملک عارف اور ملک غازی' سلطان کی خدمت میں باریاب ہو کر اس کے ملازمین میں شامل ہو گئے۔ ان ناموں میں ملک غازی درحقیقت ابو علی عطا اللہ کے فرزند قطب شاہ غازی کا نام ہے"۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا عبارت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ملک محبت

حسین صاحب ملک قطب حیدر اور ملک غازی کو ایک شخص لکھ رہے ہیں۔ جبکہ ملک غازی کے بارے میں عبدالحلیم اثر افغانی اپنی کتاب ''روحانی رابطہ زبان پشتو'' (اشاعت اول ۱۹۶۶ء اور اشاعت دوم ۱۹۶۷ء) کے صفحہ ۱۳۳ پر حضرت مدیح باباؒ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ (ترجمہ) صولت افغانی صفحہ ۳۱۵ کے مطابق سلطان محمود غزنوی کا دور حکومت ۳۸۷ھ سے ۴۲۱ھ پورے ۳۵ سال تھا۔ برصغیر پاک و ہند کی لڑائیوں میں مختلف پشتون قبیلوں کے سرداران اور مشران جو اپنے اپنے لشکر سمیت سلطان کے ساتھ شامل ہوئے ان کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ملک خانو　　۲۔ملک مامون　　۳۔ملک داؤد　　۴۔ملک یحییٰ

۵۔ملک احمد　　۶۔ملک محمود　　۷۔ملک محمد　　۸۔ملک عارف

۹۔ملک غازی

ان میں ملک غازی وہ بزرگ ہیں جو پیر خوشحال کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ محمود غزنوی کی معیت میں سوات کے معرکہ میں لڑتے ہوئے 984ء میں شہید ہوئے۔

بابا خوشحال المعروف ملک غازی سلطان محمود کی فوج کی حمایت میں لڑنے والے ایک پشتون قبیلے کی فوج کے سردار تھے جو سوات کے راجہ گیرا [راجہ گیرا] کے خلاف جہاد کرتے ہوئے Odigram کے مقام پر شہید ہوئے۔ اوڈیگرام مینگورہ سے چکدرہ روڈ پر چھ کلومیٹر کی مسافت پر آباد ہے۔ جہاں بائیں ہاتھ سڑک پر دو کلومیٹر دامن کوہ میں مزار، پہاڑ کے وسط میں مسجد اور ایک چوٹی پر راجہ گیرا کا تخت ہے جہاں وہ عدالت لگاتا تھا۔ جہاں ان کا مزار مرجع خلائق ہے۔ ان کے مزار کے قریب مسجد سلطان محمود کے آثار موجود ہیں۔ 1984ء میں اٹلی کی ایک ٹیم نے یہ مسجد دریافت کی، وہاں موجود ایک کتبے کی عبارت کے

مطابق یہ مسجد سلطان محمود کے حکم پر ان کے بھتیجے حاکم منصور نے تعمیر کرائی۔

بابا خوشحال المعروف ملک غازی کے علاوہ ایک سالار غازی ملک کے شواہد بھی ملتے ہیں۔جس کے بارے میں ابو الفضل محمد بن حسین بیہقی اپنی کتاب ''تاریخ بیہقی'' کے صفحہ ۲۲۸ پر لکھتے ہیں کہ غازی ملک کا نام آستغگین اور وہ نسلاً ترک تھا اور کچھ عرصہ تک سپہ سالار بھی رہا اور یاد رہے کہ منابع غزنویاں کی سولہ کتابوں میں ''تاریخ بیہقی'' اور'' تاریخ یمینی'' سب سے معروف کتابیں ہیں جو ماغذ کی حیثیت رکھتی ہیں بلکہ PHD بھی ہوتی ہے۔

ملک غازی یا غازی ملک دو تھے ایک پشتون یعنی افغان قبیلے کے سردار اور دوسرے ترک نسل کے سپہ سالار۔اور یہ دو الگ الگ شخص تھے ۔ان کو محبت حسین اور ان کے رفقاء نے قطب حیدر کے خیالی کردار کے طور پر پیش کر دیا۔ جس کا حقیقت میں کہیں ذکر نہیں ملتا ہر جگہ انہوں نے تحریف کر کے ڈالا ہوا ہے۔

سالار ساہو

تاریخ اعوان کے حنفی دعویداروں اور مراۃ مسعودی وغیرہ میں سالار ساہو کا نام مرکزی حیثیت رکھتا ہے جسے سلطان محمود غزنوی کے سپہ سالاروں میں ممتاز مقام دیا جاتا رہا اور سالار قطب حیدر غازی کا نام اس کے بھائی کے طور پر لکھ کر خود کو علوی ثابت کرنے کی کوششیں ہوتیں رہیں۔

تاریخ کی مستند کتابیں کھنگالنے کے بعد سالار ساہو نام کے دو اشخاص کا ذکر ملتا ہے۔جو یہ ہیں ۔

خورشید جہاں تاریخ افغان کے صفحہ 199 پر تحریر ہے کہ محمد شہاب الدین غوری نے سالار ساہو کو سیالکوٹ کے قلعہ کی تعمیر کے لئے بھیجا۔ یہ سالار ساہو محمود لودھی کا بھائی تھا۔

دوسرے سالار ساہو کا ذکر تاریخ فیروز شاہی، طبقات ناصری اور منتخب التواریخ میں ملتا ہے جو محمد تغلق کے زمانہ میں ملتان کے علاقے کا جرنیل تھا اور بغاوت کی تھی۔ جب تغلق لشکر لے کر پہنچا تو سالار ساہو اپنے ہم جد افغانوں کے ہاں کوہ سلیمان میں بھاگ گیا۔

یہ دو افغان سالار ساہو ہیں اس کے علاوہ سب سنی سنائی افسانوی کہانیوں کے بل بوتے پر تاریخ اخذ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ان حوالہ جات کے بعد سلطان محمود غزنوی کے کسی سپہ سالار ساہو کی باتیں محض قصے ہیں۔ اور بھارت میں موجود سالار ساہو کے مزار پر بھی تحقیق ضروری ہے کہ وہ کونسا سالار ساہو ہے اور کیا وہ کوئی سالار ہے بھی یا فقط ---پھر سالار مسعود غازی کیسے سلطان محمود غازی کا بھانجا ہوا؟۔

سالار مسعود غازیؒ

سالار مسعود غازیؒ کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے مگر دلچسپ امر یہ ہے کہ مکاشفوں کی بنیاد پر لکھی گئی کتب پر تکیہ کرنے سے ماسوائے تاریخ گڈمڈ کرنے کے کچھ حاصل نہ ہوا۔

آج تک لکھی جانے والی تاریخ میں سالار مسعود غازی کو سلطان محمود غزنوی کا بھانجا لکھا گیا اور ان کی تاریخ شہادت بمطابق مراۃ مسعودی نسخہ جھوجھہ و اصل فارسی نسخہ ۴۲۴ھ بیان کی گئی ہے جبکہ تاریخ کی معتبر کتاب نزھت الخواطر کے مطابق تاریخ شہادت 557ھ ہے۔ صفحہ ۸۰ پر درج ہے

سالار مسعودبن ساهو بن عطا الله الغازی المجاهد فی سبیل الله الشهید المشهور بأرض الهند کان من نسل محمد بن الحنفیه العلوی۔

ترجمہ: سالار مسعود بن ساہو بن عطاللہ جو غازی مجاہد فی سبیل اللہ اور اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ھند کی سرزمین میں یہ محمد بن حنفیہ علوی کی نسل میں سے تھے۔

غزا الهند، واستشهد بمدينة (بهرائچ) من مدن الهند، فدفنوه بها. وَبَنَى على قبره ملوك الهند عمارة سامية البناء، والناس يفدون عليه من بلاد شاسعة، ويزعمون أنه كان عزباً شاباً لم يتروج، فيُزوجونه كل سنة ويحتفلون لعرسه !! و يندرون له اعلاماً فينصبونها على قبره!

ترجمہ: ہند میں غزوہ لڑا اور بھرائچ جو ہند کا ایک شہر ہے میں شہید ہوئے اور وہیں دفن ہوئے، ہند کے بادشاہوں نے ان کی قبر پر ایک شاندار عمارت بنوائی لوگ دور دراز شہروں سے اکی زیارت کے لئے آتے ہیں یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ جوان تھے اور انہوں نے شادی نہیں کی ہر سال ان کے عرس کی محفل سجائی جاتی ہے جس میں اکی شادی کرائی جاتی ہے لوگ ان کی قبر پر نشانیاں [پھول چادریں وغیرہ] چڑھاتے ہیں۔

وقد ذكره الشيخ محمد بن بطوطة المغربي الرحالة في كتابه، و قال: ان محمد شاه تغلق سار لزيارة الشيخ الصالح البطل سالار مسعود الذی فتح اكثر تلك البلاد، و له اخبار عجيبة و غزوات شهيرة، وتكاثر الناس، وزرنا قبر الصالح المذكور، و هو في قبة لم نجد سبيلاً الى دخولها لكثرة الزحام. انتهى.

ترجمہ: شیخ محمد بن بطوطہ مغربی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا کہ محمد شاہ تغلق نے سالار مسعود کی قبر کی زیارت کی جس نے بہت سے شہر فتح کیئے اکی بہت سی عجیب کہانیاں ہیں اور مشہور جنگیں ہیں۔ ہم بھی ان کی قبر کی زیارت کو گئے لیکن

مزار کے اندر لوگوں کے اژدھام کی وجہ سے نہ جا سکے۔

و ذکرہ محمد قاسم بن غلام علی البیجاپوری فی کتابہ (تاریخ فرشتہ) فی ترجمہ محمد شاہ المذکور، قال: انہ کان من عشیرۃ السلطان محمود بن سبکتکین الغزنوی، نال الشھادۃ من ایدی الکفار فی ایام ابناء محمود سنۃ سبع و خمسین و خمس مئۃ وبنی علی قبرہ محمد شاہ المذکور العمارۃ الرافیعۃ۔ انتھی۔

ترجمہ: محمد قاسم بن غلام علی بیجاپوری نے اپنی کتاب تاریخ فرشتہ میں جو انہوں نے محمد شاہ تغلق کے بارے لکھی ہے کہا کہ یہ یعنی سالار مسعود غازی سلطان محمود بن سبکتگین کے خاندان میں سے تھے اور محمود کی اولاد کی بادشاہت میں کفار کے ہاتھوں انکی شہادت ہوئی 557 ھ میں اور محمد شاہ تغلق نے ان کی قبر پر ایک عظیم مزار بنوایا۔

آگے صفحہ ۸۱ پر یوں رقمطراز ہوتے ہیں:۔

ثم انی ظفرتُ بہ (معیار الانساب) لکرامت حسین النصیر آبادی، فاذا فیہ ان زکریا الحسینی الجائسی الجائسی وفد الھند مرافقاً للسید سالار مسعود الغازی فی عھد خسرو ملک، و غزا الحنود و فتح (جائس) وھذا القول ایضاً موید لما ذکرناہ واللہ اعلم

ترجمہ: پھر مجھے کرامت حسین نصیر آبادی کی معیارالانساب پڑھنے کا موقعہ ملا اس میں یہ ذکر ہے کہ زکریا حسینی جائسی نے سید سالار مسعودالغازی کی رفاقت میں خسرو بادشاہ کے دور میں ہند کا سفر کیااور ہندوؤں سے غزوہ کیااور جائس فتح کیا۔ یہ قول بھی ہمارے قول جو ہم نے پہلے ذکر کیا کی تائید کرتا ہے۔

(بشکریہ حافظ محمد انور)

اس تحریر کے بعد کیا شک رہ جاتا ہے کہ سالار مسعود غازی خسرو ملک کے زمانے کا کردار ہے اور ہند کے مورخین نے ان سے منسوب سنی سنائی کہانیاں گھڑ کے سلطان محمود غزنوی کا بھانجا ہی بنا ڈالا۔ اب کوئی متعصب ہی ہو جو اس حقیقت سے انکار کرے کہ اعوانوں کا سلطان محمود غزنوی کے زمانے سے کوئی تعلق تھا۔ سلطان محمود غزنوی کے حوالے سے یہ روایت کہ اعوان کا لفظ سلطان نے عطا کیا خلاف حقائق ہے۔

جہاں تک اجمیر شریف کی فتح کا تعلق ہے تو وہ سلطان محمود غزنوی کے دور میں فتح ہی نہیں ہو سکا ایک بار سلطان نے 1022ء میں شہر کا محاصرہ کیا مگر ایک تیر لگنے سے زخم بگڑنے لگا تو محاصرہ ختم کر کے واپس لوٹا۔ معلوم تاریخ کے مطابق اجمیر شہر کی فتح 1192ء میں شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ہوئی۔

(بحوالہ:۔ تاریخ اجمیر)

سالار مسعود بن ساہو اپنی جگہ مگر میر قطب حیدر کا نام کہیں بھی نہیں آتا۔ عجب بات ہے کہ سالار مسعود غازی کی کہانیاں لکھ کر ساتھ قطب حیدر نام شامل کر دیا جاتا ہے۔ ملک غازی، سالار ساہو اور مسعود غازی کے حوالے سے اس کھلی حقیقت کے بعد تاریخ اعوان کے بارے میں اب من گھڑت قصوں کی گنجائش ختم ہوتی ہے۔ مشجر الوافی میں سالار مسعود کو حسینی سید لکھا گیا ہے۔ جلد سوئم

مراۃ مسعودی ایک افسانوی کتاب

مراۃ مسعودی از عبدالرحمٰن چشتی ایک ناقص کتاب تھی جس نے صرف افسانوی کردار اور غلط تاریخ بیان کر کے قوموں کا الجھایا۔

ویسے تو اسے رد کرنے کے لئے سالار مسعود غازی کے بارے میں غلط تاریخ بیان کرنا ہی کافی ہے اس کے بارے میں یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں

The History of India as told by its own historian

By Sir H.M. Elliot and John Dowson

آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔اس کی جلد دوم کے صفحہ 513 سے مراۃ مسعودی کا انگریزی میں ترجمہ ہے صفحہ 514 پر مؤلف اپنی رائے اس کتاب پر لکھتا ہے کہ

The book may then be called a historical romance. In it facts and fiction are freely mingled.

مرات مسعودی کا ماخذ ملا محمود غزنوی یا ملا محمد غزنوی کی لکھی گئی کتاب تاریخ محمودی ہے جو نایاب ہے اور ہم عصر تاریخی کتابوں میں اس کا ذکر موجود نہیں اور اس میں کچھ حقائق کے علاوہ کشف کی بنیاد پر لکھے گئے واقعات کا سائنسی حقائق سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

مولانا عبدالمعید سنبھلی نے اپنی کتاب تاریخ سنبھل یعنی مصباۃ التواریخ میں پیر عبدالرحمٰن چشتی کی مراۃ مسعودی پر تردد کا اظہار کیا ہے۔اور انہوں نے کہا، لگتا ہے کہ سالار مسعود بن سلطان محمود غزنوی کے واقعات مسعود شہید غازی کے ساتھ منسوب کر دیئے گئے ہیں۔

محترم زبیر احمد گلزاری عقیلی ہاشمی جھوجھہ ،جنہوں نے جولائی 2011ء میں پہلی بار پاکستان میں مراۃ مسعودی کا ترجمہ فارسی نسخہ سے اردو میں ترجمہ کر کے مرات مسعودی نسخہ جھوجھہ کے نام سے شائع کی تھی ۔اب مرات مسعودی جو کریم خان اعوان نے 2015ء میں شائع کی ہے، پر تبصرہ کرنے کو جب راقم نے پوچھا تو فرمایا کہ مجھے کریم خان اعوان سے شکوہ ہے کہ انہوں نے پاکستان میں اولین ترجمہ مرات مسعودی نسخہ جھوجھہ کا ذکر اپنی کتاب میں کیوں نہ کیا؟ محترم گلزاری صاحب نے فرمایا کہ ان اعوانوں کو میرا شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا کہ ان کو

نسخہ بٹیلہ جیسی الحاقی مرات مسعودی سے چھٹکارہ دلوا دیااوراب کم از کم اعوانوں کے ایک طبقہ نے مرات مسعودی نسخہ جھوجھہ کو مان لیا جو الحاقی نہیں ہے۔اس کا صحیح یا غلط ہونا علیحدہ بات ہے ۔انہوں نے یہ اعتراف بھی کیا کہ جہانگیر بادشاہ کا زمانہ 1014تا 1043ہجری مرات مسعودی نسخہ جھوجھہ میں غلطی سے چھپ گیا تھاجو کہ 1014-1037ہجری ہونا چاہیے تھا۔لیکن کریم خان اعوان نے حالیہ کتاب میں مرات مسعودی کے ترجمہ میں مرات مسعودی نسخہ جھوجھہ کی تقلید کرتے ہوئے وہی غلطی شائع کر دی جو محترم گلزاری صاحب نے کی تھی۔جناب گلزاری صاحب مرات مسعودی پر مزید کام کر رہے ہیں کہ فن تاریخ کے لحاظ سے مرات مسعودی میں کیا کیا جھول ہیں؟ محترم گلزاری صاحب نے اس کتاب کے لئے ہمیں اپنی لائبریری سے تمام ضروری کتب فراہم کی اورفراخ دلی سے علمی معاونت کی جس کے لئے ہم ان کے تہہ دل سے ممنون ہیں۔

تاریخ علوی اعوان

2009ء میں وادی سون کی سیاحت اور معلومات پر مبنی کتاب" منظر سون" کے سلسلے میں وادی سون کے گاؤں گاؤں گھومنے کا اتفاق ہوا۔اہل علم اور گاؤں کے بزرگوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔اس کتاب پر کام 2005ء میں شروع کیا تو دھدھڑ پہنچا جہاں محمد حسین قریشی معروف نسابہ سے ملاقات ہوئی۔وہ محبت حسین کی کتاب" تاریخ علوی اعوان"علوی اعوان تاریخ کے آئینے میں اٹھا کر لے آئے اوراس میں موجود شجروں میں پیوند کاری کی نشاندہی کرتے ہوئے شکوہ کیا کہ میں نے محبت حسین کو یہ سب لکھ بھیجا مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔میں ان سے کتاب اپنے ساتھ لے کر مردوال آگیا اور کتاب کا مطالعہ کیا اورمنظر سون کے صفحہ 93پر تاریخ علوی اعوان کے عنوان سے کچھ من گھڑت

کہانیوں کی قلعی کھولی اور کتاب کی اشاعت کے بعد "منظر سون" محبت حسین کو کراچی بھجوا دی۔ان کی ناراضگی ان کے جنرل سیکریٹری صاحب نے بتائی۔اور جواب دینے کا کہا گیا جو آج تک نہیں ملا۔

اس کے بعد وقت گزرتا گیا اور حسب نسب کے معاملات پر محبت حسین سے جب کبھی بھی کسی فورم پر بحث ہوئی تو موصوف کا ایک ہی جواب ہوتا تھا پہلے تاریخ علوی اعوان پڑھو۔"تحفۃ الاعوان" تکمیل کے قریب تھی چنانچہ ہم نے تاریخ علوی اعوان پڑھ ہی لی۔تقاضا تو یہی ہے کہ اس پر ایک پوری تنقیدی کتاب لکھی جاسکتی ہے مگر طوالت قارئین کے لئے سبب بوریت نہ ہو کچھ ایسی باتیں اس کتاب سے آپ کی نظر کیے دیتا ہوں جسے پڑھ کر آپ لوگ اس کتاب کی افادیت ،مستند اور مصنف کی علمی بصیرت کا بخوبی اندازہ کر سکیں گے۔

منظر سون کے صفحہ 93 پر ان کی کتاب کے صفحہ 589 پر لکھا گیا واقعہ جس میں دھدھڑ اور کلڑی کو کھبیکی کی چوکیاں لکھا تھا خلاف حقائق ہے۔کیونکہ دھدھڑ کھبیکی کی نسبت قدیم گاؤں ہے اور دھاڑوں کے مقابلے میں زیادہ بہتر دفاعی پوزیشن میں ہے۔مگر تاریخ علوی اعوان اشاعت 2009ء کے صفحہ 588 پر وہ واقعہ جوں کا توں موجود ہے۔اسی طرح ان کے جنرل سیکریٹری صاحب کے اباؤ اجداد سے منسوب ایک من گھڑت واقعہ صفحہ 587 پر دوبارہ شامل کیا گیا ہے اسی طرح باقی لغو بیانیاں بھی ختم کرنی گوارہ نہ کیں یہ عذر بھی قبول نہیں کہ کتاب نہ ملی اور پتہ نہ چلا اسی کتاب کے صفحہ 821 پر کتابیات کے حوالہ جات میں 297 نمبر پر"منظر سون" بھی لکھی گئی ہے۔

پھر دہرا دیتا ہوں تخلی نہ رہے مردوال کی ایک اپنی تاریخ ہے اور ماجھی اعوان نے سکھوں کو شکست دی اور شہیدوں کے سر واپس کرائے۔ماجھی اعوان

کی بہادری کے اعتراف میں ان کا نام دہلی دروازہ لاہور پر لکھا گیا۔ انگریزوں سے لڑائی میں مردوال اور کھوڑہ پیش پیش رہے۔ قاضی مرید احمد اعوان مسلم لیگ کے ستون تھے جنہوں نے نہ صرف انگریزوں بلکہ ان کی پٹھوؤں ٹوانوں اور مرزائیوں سے جبکہ اس گاؤں کے لوگوں نے محمد خان ڈھرنالیہ سے ٹکر لی۔ محمد خان ڈھرنالیہ کے بھائی ہاشم خان کی موت مردوال کی سرزمین پر ہوئی۔ میلہ تخی محمد خوشحال پر سات قتل ابھی زبان زد عام ہیں۔ ناک اور کان کاٹنے کے انتقام بھی آپ کے راوی بخوبی جانتے ہیں۔ لہذا من گھڑت کہانیاں لکھنے کے بجائے حقائق لکھنے کی ہمت پیدا کریں۔

پچھلے دنوں بھکر سے نقاد اور محقق بلال مہدی نے اپنے ایک مقالہ میں محبت حسین سے چند سوال کئے جس کے پہلے ہی سوال پر محبت حسین لڑکھڑا گئے۔ موصوف اپنے جوابی خط میں ایک سوال ''اس قبیلہ [اعوان] مذکورہ کے افراد کس نام سے کس علاقہ کے گورنر / والی / حاکم / قاضی یا امیر الامراء تھے؟ تاریخی ثبوت دیں'' کے جواب میں لکھتے ہیں۔

''محمد الاکبر (محمد حنفیہ) بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سبکتگین اور محمود غزنوی کے دور تک صرف علوی کہلاتی تھی جو سالار شاہو غازی اور قطب حیدر شاہ غازی کی زیر قیادت افغانستان میں علوی قبیلہ کی حیثیت سے قیام پذیر تھی۔ ہندوستان پر حملوں کے دوران سلطان سبکتگین اور محمود غزنوی کی غیر مشروط مدد کی وجہ سے 'اعوان' کہلائے۔ گورنر، والی، حاکم، قاضی یا امیر الامراء کا ہم نے کبھی دعویٰ نہیں کیا''۔

موصوف حوالہ دیتے ہوئے اپنی کتاب'' تاریخ علوی اعوان'' اشاعت دوئم 2009ء کے صفحہ 664 کے یہ الفاظ دیکھنا بھول گئے۔

''پشاور کی فتح کے بعد سلطان سبکتگین نے اپنے نائب اور علوی قبیلہ کے سردار ابوعلی (عطا اللہ غازی) کو پشاور کا پہلا مسلمان حاکم مقرر کیا''۔اسی صفحہ پر آگے سرحدی سردار اور علوی سردار بھی لکھا ہے۔صفحہ 405 کی ایک اور تحریر ملاحظہ فرمائیں:۔

''جبکہ اعوان قبیلہ کے جد اعلیٰ کا نام سالار قطب حیدر شاہ غازی معروف بہ ملک غازی تھا اور وہ سلطان محمود غزنوی کی فوج میں ایک جنرل کی حیثیت سے شامل تھا''۔

یہ ہے ان کی علمی فراست جس کے گھمنڈ میں یہ بغیر سوچے سمجھے اولاد عباسؓ علمدار کا برصغیر آنا، خلاصۃ الانساب جیسی کتاب کا رد جب کے زاد الاعوان اور باب الاعوان کو اپنے جوابی خط اور اپنی کتب میں بدنام زمانہ کتب کہہ کر اپنی کم علمی کا ثبوت دیتے ہیں جبکہ اپنی کتاب تاریخ علوی اعوان کے صفحہ 412 پر اسی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے:۔

مولوی نورالدین نے باب الاعوان میں تاریخ کندلانی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ''کوہر علی (عبداللہ گولڑہ) شمالی پنجاب کے علاقہ کوہستان نمک کے کوہ سکیسر میں آیا اور اس کا لڑکا احمد علی معروف بہ بدرالدین ہوا اور بدرالدین کا لڑکا حسن دوست جس کی پشت سے اعوان کوہر شاہی کوہ سکیسر کی وادی میں بہت سکونت ہے''۔

اب اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جو الزامات آج تک مولوی نورالدین پر لگائے جاتے رہے درحقیقت وہ سب ان کے اپنے اوپر صادق آتے ہیں۔جن کی کتب جھوٹ سے اٹی پڑی ہیں۔ان کی باتوں میں بدترین تضاد اور بے یقینی ہے۔شجروں میں مسلسل پیوند کاری جاری ہے۔اپنی ندامت چھپانے کے لئے مولوی نورالدین کے خلاف ایک پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔اگر ان کی کتب پڑھنے والے اصل النسب علوی اعوان ان کی ان باتوں پر غور کریں اور بھرپور محاسبہ

کریں۔ یہاں میں واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ اولاد قطب شاہ کا ذکر صرف مولوی نور الدین سلیمانی کی تصانیف میں ملتا ہے اس کے علاوہ کہیں بھی حوالہ موجود نہیں۔ مولوی حیدر علی نے اپنی کتاب تاریخ حیدری سے لے کر اب تک تمام لکھاریوں نے وہی نام اور حوالے استعمال کئے۔ پھر مطلب کی معلومات سے مستفید اور باقی کو رد کرنے کی روش منافقت نہیں تو اور کیا ہے؟۔

اب میں جو بات آپ کی خدمت میں پیش کرنے لگا ہوں اس کے بعد محبت حسین کی علم تاریخ پر گرفت کے لئے شاید کسی حوالہ یا دلیل کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ محبت حسین اپنی کتاب تاریخ علوی اعوان اشاعت دوئم کے صفحہ 546 کی انیسویں سطر پر لکھتے ہیں:۔

''تاہم اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ملتان میں محمد الاکبرؒ (محمد حنفیہ) کے بیٹے عمر الاطراف کی اولاد برسر اقتدار رہی اور آج تک وہاں کے علوی اپنے آپ کو عمر کی اولاد جانتے ہیں''۔

اب دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جسے حضرت عمر الاطرافؒ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد ہونے میں شک ہو۔ جسے محبت حسین محمد الاکبر حنفیہؒ کا بیٹا لکھ رہے ہیں۔ اس بات سے ان کی علم الانساب پر گرفت کا بخوبی اندازہ لگایا سکتے ہیں۔ اور موصوف جب چاہیں کسی سے انکار کر دیں جہاں چاہیں کسی کتب کو مسترد کر دیں۔ اور ان کے نزدیک مراۃ مسعودی مستند کتاب ہے۔ ص 395

ہمارے نزدیک کتاب تاریخ علوی اعوان بغیر تحقیق اپنے خیالات اور نظریات کو پروان چڑھانے کے لئے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کی گئی ہے۔ مصنف بدترین تعصب کا شکار ہے لہٰذا اس کتاب کو مستند ماخذ تصور نہیں کیا جاسکتا۔

(------☆☆☆------)

تاریخ اعوان

تاریخ اعوان کے حوالے سے بات کرنے سے پہلے ہم کچھ ایسے اعتراضات کے جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں جو مختلف اقوام وقتاً فوقتاً علوی اعوانوں کے حوالے سے اٹھاتے رہتے ہیں۔

اعوان اولاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہونے کے ناطے نسبی اعتبار سے ہاشمی قریشی علوی ہیں۔ البتہ حضرت امام حسینؓ کے اعوان ہونے کی نسبت سے اعوان بھی ہوئے جو ایک لقب ہے۔ اس سلسلے میں حضرت سلطان باہوؒ اپنے رسالہ روحی میں محمد باہو عرف اعوان لکھتے ہیں۔ (رسالہ روحی صفحہ ۸)

اعوان، آوان یا عوان

اعوان حضرت عونؓ بن یعلیٰ کی نسبت سے اعوان کہلاتے ہیں اور عربی و فارسی میں لفظ عون کی جمع عوان ہے چنانچہ عرب و فارس میں یہی لفظ لکھا گیا۔ اردو زبان میں الف کا اضافہ کیا جاتا ہے اور لفظ آوان سنسکرت زبان کا لفظ ہے ان سب کا مطلب ایک ہی ہے یعنی مددگار و معاون۔ عربی میں آوان آن کی جمع کو کہتے ہیں اور آوان نام کے ایک شہر کا ذکر تورات میں آتا ہے۔ جو شداد بن بداد نے قبطیوں سے لڑائی کے بعد ان کی مقبوضات مصر و سکندریہ کو لے لیا اور آوان نامی شہر آباد کیا۔ لیکن تحقیق الانساب میں محمد علی رونق ایسا کوئی بھی ثبوت نہیں دے پائے جس سے برصغیر میں موجود اعوانوں کی کوئی نسبت اس زمانے سے ملتی ہو۔

اب یہ لفظ استعمال کب ہونا شروع ہوا تو اس معاملے میں عرض کر دوں کہ جن احباب نے اعوان لفظ کی کڑیاں عون بن علی کرم اللہ وجہہ یا سلطان محمود غزنوی سے جوڑنے کی کوشش کی ہے تو یہ سراسر غلط ہے۔ ایک مدت تک لفظ علوی ہی مروج رہا مغلوں کے ابتدائی زمانہ تک علوی ہی مشہور رہے۔ اس کے بعد برصغیر میں سادات فاطمیہ اور سادات علویہ میں الگ تشخیص رواج پانے لگا۔ سادات فاطمیہ نے لفظ اعوان کا خطاب دیا جو عون سے اعوان کا لفظ استعمال ہوا۔ قطب شاہی کی اصطلاح اس کے بھی بعد کی ہے جب قطب شاہی اور حنیف شاہی کی بحث نے جنم لیا تو قطب شاہی منظر عام پر آیا۔

لفظ اعوان اور آوان میں فقط دو زبانوں کا فرق ہے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ جو لوگ تذبذب میں ہیں کہ نہ جانے کیسے یہ اوان سے اعوان بن گیا تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ فقط تب سے جب سے اردو زبان لکھنے کا آغاز ہوا تو لفظ اوان نے اعوان کی شکل دھاری۔

اس عنوان پر محمد سرور خان اعوان نے اپنی کتاب تاریخ اعوان "توضیح الانساب" میں صفحہ ۲۱۳ سے ۲۲۳ تک مدلل بحث کی ہے جس کے بعد کسی شک و شبے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

(-----☆☆☆-----)

ہائی کورٹ لاہور 1935ء

بعض لوگوں نے ایک بحث جو اعوان قبیلہ کے عربی یا ہندی ہونے کے حوالے سے شروع کی ان کی خدمت میں پنجاب ہائی کورٹ لاہور کا ایک فیصلہ پیش کیا جاتا ہے۔

کھوکھر قبیلہ پنجاب کے وسطی علاقوں پر ہمیشہ سے قابض رہا۔ تاریخ اعوان پر لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ حضرت عون قطب شاہ نے ایک شادی کھوکھروں کے ہاں کی اور ان سے ہونے والی اولاد کھوکھر اعوان کہلائی۔ ایک اور روایت کہ حضرت محمد عبداللہ گولڑہ نے خانقاہ ڈوگراں کے قریب ایک نومسلم کھوکھر کی بیٹی سے شادی کی۔ اس کے بعد علوی کھوکھروں کی نسل چلی۔ اس ضمن میں لاہور ہائی کورٹ کا ایک فیصلہ اور گزیٹر ضلع گورداسپور کے حوالے سے حاجی محمد منشا شہزادہ اپنی کتاب خاندان کھوکھر کے صفحہ ۲۶ پر لکھتے ہیں کہ

"اولاد اعوان عون بن یعلیٰ کے نام پر مشہور ہوئی۔ بعض ایسے ہندو قبیلوں نے جن کا گوت کھوکھر اور چوہان ہے۔ رشتہ داری کے باعث اپنے آپ کو اعوان کہلانا شروع کر دیا۔ کیونکہ وہ اس تاریخی حیثیت سے بے خبر ہیں کہ قطب شاہی کھوکھروں اور چوہانوں، اعوانوں ہی کی گوتوں کے راجپوتوں میں نسبی طور پر کیا فرق ہے اس غلط فہمی کا شکار صرف بعض کھوکھر اور راجپوت جو اعوان کہلاتے ہی نہیں ہوئے کہ کھوکھر اور چوہان، ہندو راجپوت پائے جاتے ہیں۔ لیکن وہ اعوان نام سے مشہور ہیں صحیح النسل اعوانوں کو بھی راجپوت تصور کر لیا۔

چنانچہ یہ مسئلہ جب ہائی کورٹ پنجاب میں زیر بحث آیا۔تو ججان ہائی کورٹ نے فیصلہ کیا۔کہ ضلع گورداسپور کے وہ ہندو راجپوت جو اعوان کہلاتے ہیں ۔ راولپنڈی ڈویژن میں آباد ان اعوانوں سے بالکل مختلف النسب ہیں جو کلہم مسلمان ہیں اور قطب شاہ کی اولاد خاندان قریش سے ہیں"۔(اے آئی آر۔لاہور 1935ءنمبر 899 گزٹ ضلع گورداسپور 1915ء ص 49) بشکریہ وسیم اعوان ایڈووکیٹ

اعوان قبیلہ کی تاریخ لکھنے والوں نے یہی غلطی کی ہے کہ تمام اعوانوں کو ایک ہی قبیلہ سمجھا حالانکہ علوی اعوان اور راجپوت اعوان الگ الگ شناخت اور علاقوں میں آباد ہیں۔

شہادت علم الانسان

علم النسل، علم الانسان کہلاتا ہے اور انگریزی میں اسے Anthropology کہتے ہیں جس میں اب سائنسی تحقیق D.N.A تک پہنچ چکی ہے۔ Ancestory D.N.A کی مدد سے ایک ہزار سال قبل آباؤاجداد کی نسل کا پتہ چل سکتا ہے۔ جہاں تک علم النسل کی شہادت کا تعلق ہے کاکیشن نسل کی سامی اور آریائی شاخوں میں نہ صرف رنگ کا فرق ہے بلکہ ان کے خدوخال اور جسم کی ساخت میں بھی فرق ہے۔اگر چہ یہ باریک امتیازات صرف ایک ماہر ہی دیکھ سکتا ہے۔

سامی اقوام کا جبڑا چوڑا ہوتا ہے آریائی اقوام کا مقابلتاً گول ہوتا ہے۔ سامی اقوام کی چھاتی کا ابھار آریائی اقوام کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ سامی اقوام کی شانہ کی ہڈی آریائی قوم کے مقابلہ میں زیادہ چوڑی ہوتی ہے۔اور پنجر سے اس کا زاویہ اتصال زیادہ ہوتا ہے ۔ سامی اقوام میں چہرے کی ہڈی کا جھکاؤ آریائی اقوام کی نسبت کم ہوتا ہے ۔ سامی اقوام میں کھوپڑی کے طول وعرض کا

فرق آریائی اقوام کے مقابلے میں کم ہوتا ہے۔اس کے علاوہ دونوں شاخوں کے بالوں کی ساخت میں بھی فرق ہے اگر چہ یہ ایک فنی بحث ہے اور ایک ماہر فن ہی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔لیکن جب ہم خالص اعوان قوم کے افراد کا مقابلہ آریائی اقوام کے افراد سے کرتے ہیں تو باوجود نسلوں کے غلط ملط ہونے کے ہم نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اعوان سامی اقوام کے کسی خاندان سے ہیں ۔اعوانوں کی اپنی قومی روایات بھی اس نتیجہ کی تصدیق کرتی ہیں۔

بحوالہ:۔مقالہ سلطان محمود اعوان

(-----☆☆☆-----)

حقیقت علوی اعوان قبیلہ

اعوان قبیلہ حضرت عباس علمدارؑ کی اولاد سے ہے یہاں حضرت عباس علمدارؑ اور اولاد عباس علمدارؑ کا مختصر احوال لکھا جاتا ہے۔

حضرت عباس علمدارؑ

حضرت عباسؑ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کی والدہ گرامی کا نام فاطمہ ام البنینؑ تھا۔ جن کا تعلق عرب کے ایک مشہور و معروف اور بہادر قبیلے بنی کلاب سے تھا۔ وہ ولیہ خدا، محدثہ، فقیہہ، معرفت اہلبیت اطہارؑ اور علوم ظاہری و باطنی کی حامل تھیں۔

حضرت عباسؑ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی بہادری اور شیر دلی کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے کربلا میں اپنے بھائی حسینؑ بن علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ان کی وفاداری واقعہ کرب و بلا کے بعد ایک ضرب المثل بن گئی۔ اسی لئے آپؑ شہنشاہ وفا کے طور پر مشہور ہیں۔ آپؑ کو افضل الشہدا، باب الحوائج، قمر بنی ہاشم، علمدار کربلا، غازی، سقائے سکینہ بھی کہا جاتا ہے۔

آپؑ کی ولادت باسعادت 4 شعبان 26 ہجری بمطابق 15 مئی 647ء مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپؑ کی شادی حضرت لبابہ بنت عبیداللہؑ سے ہوئی۔ آپ کی اولاد میں

☆حضرت عبیداللہ بن عباسؑ
☆حضرت فضل بن عباسؑ
☆حضرت قاسم بن عباسؑ

شامل ہیں۔ آپؑ کی شہادت 33 سال کی عمر میں 10 محرم الحرام 61ہجری بمطابق 10 اکتوبر 680ء کربلا کے مقام پر ہوئی۔ وہیں دریائے فرات کے قریب آپؑ کا روضہ مبارک ہے۔

آپؑ کی جرات و بہادری کے متعلق کتب بھری پڑی ہیں۔ البتہ آپؑ سے منسوب ایک معجزہ کا ذکر کرنا انتہائی ضروری ہے یہ زندہ معجزہ آج بھی موجود ہے۔ دریائے فرات جو آپؑ کے روضہ مبارکہ سے کچھ فاصلہ پر تھا اب آپؑ کی قبر مبارکہ کے گرد چکر لگاتا ہے۔

آپؑ کی اولاد دنیا کے مختلف ممالک میں آباد ہے۔ آپؑ کی اولاد عرب وعراق میں سادات علوی، مصر میں سادات بنی ہارون، اردن میں سادات بنو شہید، یمن میں سادات بنی مطاع، ایران میں سادات علوی ابو الفضلی اور برصغیر پاک و ہند میں اعوان قطب شاہی مشہور ہیں۔

عبید اللہ بن عباس

حضرت عبید اللہ حضرت عباس علمدارؑ کے صاحبزادے ہیں۔ شریف التواریخ از ابو الریاض شریف احمد شرافت کے مطابق وفات چہار شنبہ 27 شوال 120 ھ ہے۔ کتاب میزان ہاشمی و خلاصۃ الانساب مطبوعہ مصر باب عباس میں ہے۔

کان عبیدالله بن عباس العلوی من اصحاب علی بن الحسینؑ و ابنه محمد وامه سکینة بنت عبدالله بن عباس بن عبدالمطلب الهاشمیه و کان از هذال ابی طالب و اعبد تم فی زمانه و اشجعهم کجده واذا دخل علی ابن الحسینؑ یقوم الیه ویعانقه فقیل له مامحمد لك علی ذالك قال محبته و تقواه۔

ترجمہ:۔یعنی تھا عبیداللہ بن عباس العلوی منجملہ یاران علی ابن الحسین یعنی زین العابدین اور پسران کے محمد یعنی باقر سے اور نام والدہ عبیداللہ کا سکینہ ہے وہ دختر عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب کی ہاشمیہ سے ہے اور تھا عبیداللہ کمال زاہد ابیطالب کی نسل سے اور کمال عابد تھا آل ابیطالب سے بیچ زمانے اپنے کے۔اور بہادر تھا شل فد خود علیہ السلام جب عبیداللہ علی زین العابدی بن الحسین کے پاس آتے تھے امام واسطے تعظیم کے کھڑے ہوتے تھے اور ان کے بغلگیر ہوتے تھے پس لوگوں نے امامؑ سے پوچھا کس چیز نے آپ کو قائم کیا ہے اس امر پر کہ آپ اس کی تعظیم کرتے ہیں۔فرمایا محبت پرہیز گاری اس کی نے انتھے

حضرت عبیداللہ ایک انتہائی پرہیز گار اور متقی ہستی تھے اور ان میں کوئی عیب عیوب نہ تھے۔ان کی وفات اور مدفن کے بارے میں یہ حوالہ

قال صاحب میزان والخلاصہ ومات قدس سرہ یوم الاربعا بسبع و عشرین من شوال سنة عشرین مائتہ و دفن باالبقیع الغرقد۔یعنی فوت ہوئے عبیداللہ قدس سرہ روز چہارشنبہ میں جس کو اہل ہند بودھ وار کہتے ہیں اور وہ ماہ شوال تھا یعنی رمضان گذر گیا تھا اور سال ایک سو اور بیس ہجری نبوی ﷺ سے اس وقت گذرے تھے اور دفن کئے گئے بقیع غرقد میں انتھے۔

حسن علوی

حضرت حسن بن عبیداللہ بن عباس علمدارؑ اولاد عباس میں سے آخری ہستی ہیں جو مدینہ میں رہے اور وصال کے بعد یہیں دفن ہوئے ۔شریف التواریخ از ابوالریاض شریف احمد شرافت کے مطابق وفات ۱۸۰ھ ہے۔ان کی اولاد میں سے حضرت حمزہ بغداد چلے گئے تھے۔

وما حسن بن عبیداللہ بن عباس العلوی اخذ الطریقۃ من جعفر الصادق و امہ مریم بنت علی بن عبیداللہ بن جعفر الطیار بن ابیطالب وکان خصیصاً بجعفرابن محمد جلیل القدر عظیم المنزلۃ زاھدًا و راعاً کثیر المحاسن ادیباً وکان الصادق ؑ بکثرالثناء علیہ مات فی سنۃ ثمانین و مائۃٍ و دفن باالبقیع الغرقد۔

ترجمہ حسن فرزند ہے عبیداللہ بن عباس علوی کا اور اخذ کیا اس نے طریقت امام جعفر صادقؓ سے اور نام والدہ اس کی کا مریم ہے کہ دختر تھی علی بن عبیداللہ بن جعفرالطیار بن ابی طالب کے اور تھا حسن خواص یعنی یاران و مریداں امام جعفر صادق بن امام محمد باقرؒ سے اور تھا حسن جلیل القدر اور عظیم المنزلت اور تھا زاہد صاحب ورع یعنی پرہیز گاری کا اور کثیر المحاسن تھا ادب میں اور تھا امام جعفر صادقؒ اکثر ثنا کرتا ان کی ۔اور وفات ہوئی حسن کی ۱۸۰ھ نبوی ﷺ میں اور مدفون ہوئے بقیع غرقد میں۔

بقیع بالفتح نام قبرستان مدینہ کا ہے جس جنۃ ال بقیع وبقیع الغرقد ومقبرہ مدینہ بھی کہتے ہیں اور آل علی ہاشمی سے وہاں محمد بن حنفیہ و عبیداللہ بن عباس و حسن بن عبیداللہ آسودہ ہیں ۔

حسن بن عبیداللہ ۱۸۰ھ میں وفات پا گئے ۔اور انہیں بقیع بالفتح قبرستان میں دفن کیا گیا اس قبرستان کو جنۃ ال بقیع وبقیع الغرقد ومقبرہ مدینہ بھی کہا جاتا ہے ۔ یہاں آل علی ہاشم سے محمد بن حنفیہ و عبیداللہ بن عباس و حسن بن عبیداللہ دفن ہیں ۔ زاد الاعوان کے صفحہ ۸۰ پر درج ہے کہ ۱۸۰ ہجری میں ایک بڑا زلزلہ واقع ہوا جس سے منارہ اسکندرہ گر پڑا اور ۱۸۰ ہجری میں ہشام بن عبدالرحمن حاکم اہل اسلام اندلس ہسپانیہ بھی فوت ہوگیا۔

حمزہ علوی

حضرت حمزۃ الاکبر شبیہہ امیر المومنین مشہور ہیں جو مدینہ منورہ سے بغداد تشریف لے آئے۔ ان کی اولاد نے مذہب شیعہ اختیار کیا۔ آپ نے پچاس سال سے زیادہ عمر پائی اور 190ھ کے تھوڑا بعد وفات پائی اور مقبرہ قریش میں دفن ہوئے۔ شریف التواریخ از ابو الریاض شریف احمد شرافت کے مطابق وفات ۱۹۰ھ ہے۔

واما حمزہ ابن الحسن العلوی امہ رقیۃ بنت الجعفر بن الحسن المثنیٰ بن حسن بن علی ۔بحوالہ: میزان قطبی و صاحب میزان ہاشمی و صاحب خلاصۃ الانساب مطبوعہ بیروت و مصر۔

یعنی حمزہ بیٹا حسن علوی کا ہے اور والدہ اس کی رقیہ دختر جعفر کی تھی اور وہ بیٹا حسن بن الحسن بن علی کا تھا۔ انتہی

قال صاحب میزان قطبی و میزان ھاشمی و خلاصۃ الانساب ھومات سنۃینف و تسعین و مائۃٍ و دفن فی البغداد فی مقبرۃ القریش ولہ بضع و خمسون سنۃً۔

ترجمہ: ۔وہ یعنی حمزہ بن حسن علوی فوت ہوا ۱۹۰ھ ایک سو نوے اور کچھ زیادہ ہجری میں یعنی نوے پر کچھ افزودگی ہے کامل نہیں۔ اور دفن کئے گئے بغداد میں بیچ مقبرہ قریش کے اہل قریش کی وہاں علیحدہ مقرر ہے اور عمر اس کی چند و پنجاہ سال ہوئے یعنی پنجاہ سال کے اوپر بھی کچھ تھی انتہی۔

جعفر علوی

حضرت جعفر علوی محدث جلیل القدر تھے اور بااین ہمہ فقیہ بھی تھے اس

وقت کے علماء امامیہ نے ان پر اجماع کیا۔شریف التواریخ کے مطابق ان کی وفات ۲۲۰ھ ہے۔

واما جعفر بن حمزة العلوی کان من اصحاب علی الرضا بن الموسیٰ و امه ام کلثوم بنت حسن ابن حسین بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب هو محدث جلیل القدر الکشی اجتمعت الصحابة علی الصحیح ما یصح عنه و اقراوله باالفقه فی آخرین۔

ترجمہ:۔اما جعفر بیٹا حسن علوی کا تھا یاران امام علی رضاؑ بن الامام موسیٰ کاظمؑ کے سے اور والدہ اسی بی بی کلثوم دختر حسن بن حسین بن امام علی زین العابدینؑ بن امام حسینؑ بن امام علی بن ابیطالب تھے اور وہ محدث تھے یعنی عالم علم حدیث کے تھے جلیل القدر اور کہا کشی نے کہ اجماع کیا ہے اس وقت کے اصحاب یعنی عالموں نے اس بات پر کہ جو کچھ جعفر علوی سے منقول ہے وہ سب صحیح ہے اور یہ اجماع صحیح قول میں آیا ہے اور اس وقت کے عالم فقہ میں بھی اس کے قائل ہوئے آخری عصر سے اٹھے۔

ایک اور حوالہ میں ان کی وفات اور مدفن کا احوال یوں ہے۔

قال صاحب میزان هاشمی و میزان قطبی و خلاصة الانساب عن محمد بن قولویه عن سعد ابن عبدالله عن محمد ابن عیسیٰ عن احمد بن الولید عن علی ابن مسیب الهمدانی قال قلت للرضاؑ شقتی بعیدة فلست واصل الیك فی کل وقتٍ فمن من اخذ معالم دینی قال من جعفر ابن حمزة العلوی اومن ذکر یابن آدم الصمی المامونین علی الدین والدنیا و توفی هو فی البغداد سنة

بضع و عشرين و مائتين و دفن فی مقبرة القریش۔

ترجمہ:۔روایت ہے محمد بیٹے قولویہ سے اور اس نے روایت کیا ہے سعد بن عبداللہ سے اور اس نے محمد بن عیسیٰ سے اور اس نے احمد بن ولید سے اور اس نے علی بن مسیّب ہمدانی سے یہ روایت کیا کہ میں اکثر امام علی رضاؑ کی خدمت میں تعلیم دین کے واسطے جایا کرتے تھے۔ایک روز امام کے پیش عرض کیا کہ میرا سفر بعید ہے اس لئے میں آپ کی خدمت میں بروقت حاضر نہیں ہوسکتا پس میں کس عالم سے معالم دین کے اخذ کیا کروں۔فرمایا کہ جعفر بن حمزہ علوی یا ذکریا بن آدم صمی سے اخذ کیا کر کیونکہ وہ دونوں دین اور دنیا کے امانت دار ہیں۔اور جعفر فوت ہوا ہے بغداد میں اور اس وقت ۲۲۰ دوسو بیس سال اور کچھ زیادہ ہجری تھی اور دفن کیا گیا ہے مقبرہ قریش میں۔انتھےٰ

علی علوی

علی بن جعفر علوی علم کلام و فقہ و ادب و نحو و شعر و لغت میں انتہائی معتبر تھے۔اور ان کی تصانیف اہل شیعہ میں آج تک مقبول ہیں۔شریف التواریخ از ابو الریاض شریف احمد شرافت کے مطابق وفات 245ھ ہے۔

وام علی ابن جعفر العلوی کان من اصحاب محمد ابن علی بن الموسیٰؑ وامه زینب بنت دائود بن قاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سلام اللہ علیھم اجمعین کان متجرا فی علوم کثیرہ مثل علم الکلام والفقه و اصول الفقه و الادب والنحو والشعر واللغة وغیرذلك وله دیوان شعر یزید علی عشرین الف بیت وله مصنفات کثیرة و بکتبه استفاده الامامیة

منذزمنه رحمة الله تعالی علی یومنا هذا وهورکنهم و معلمهم و توفی سنة خمسة و اربعین وماتین من الهجرة و دفن فی البغدا مقبره القریش۔ بحوالہ:۔ میزان ہاشمی ومیزان قطبی وخلاصۃ الانساب

ترجمہ:۔ وامام علی بن جعفر علوی تھا یاران امام محمد تقی بن امام علی رضا بن موسیٰ کاظمؑ بغدادی سے اور والدہ اس کی بی بی زینب دختر داؤد بن قاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن ابیطالب تھے سلام اللہ ہو ان سب پر وہ تھا معتبر بہت علموں میں مثل علم کلام و فقہ و اصول فقہ و ادب ونحو وشعر ولغت اور بغیر اس کے اور اس کی تصانیف سے ایک دیوان بھی ہے جس کے شعر بیت ہزار بیتوں میں زیادہ ہیں۔ اور اس کی تصانیف بھی بہت ہیں۔ اور اس کی تمام کتابوں سے استفادہ پاتے ہیں مقلدان مذہب شیعہ اس کے زمانہ سے تا آج کے زمانہ تک یعنی اس کی تصانیف مقبول اہل شیعہ ہوئی ہیں اور سہ اس مذہب کا ایک رکن تھا اس مذہب کا معلم بھی تھا اور فوت ہوا ہے ۲۴۵ء دوصدو پینتالیس ہجری میں۔ اور مدفون ہوا بغداد کے مقبرہ قریش میں انتھیٰ۔

قاسم علوی

شریف التواریخ از ابو الریاض شریف احمد شرافت کے مطابق وفات ۱۱جمادی الآخر ۳۲۳ھ ہے۔

قال فی میزان هاشمی و قطبی و خلاصة قال محمد هارون بن موسیٰ کان القاسم ابن علی العلوی کتب الی ابی محمد الحسن العسکریؑ یعرفه انه ما یصح له حمل بولدٍ و یعرفه انه له حملاً ویسائله ان یدعواله فی الصحیح و سلامة وان یجعله الله ذکراً انجیاً فکتب الحسنؑ علی رئاس الرقعة بخط یده قد فعل

ذلك فصح العملُ ذكراً و قال هارون ابن موسیٰ ارانی القاسم ابن علی الرقعة و الخط وكان محققاً ومات يوم الخميس لاحدٰی عشرة ليلةً مضت من جمادی الآخر سنة ثلثة و عشرين و ثلثمائة و دفن فی البغداد فی مقبره القريش۔

ترجمہ:۔کہا ابومحمد ہارون بن موسیٰ نے کہ قاسم ابن علی علوی نے یہ خط لکھا امام ابومحمد عسکریؑ کی طرف کہ آپ شناخت فرمادیں اس امر کی کہ کیا تحقیق میرے گھر حمل ہے یا نہیں اور دوسری شناخت یہ بھی فرمادیں کہ کیا میرے گھر میں حمل لڑکی کا ہے یعنی بچی کا یا بیٹا ہے اور یہ بھی سوال کریں کہ بولادے مجھ کو ولد اپنا صحت و سلامت میں اور وہ ولد دراں حالیکہ پیدا کرے اس کو خداتعالیٰ بیٹا یعنی مذکر اور ہو وہ ہمراز میرا پس جواب اس کا امام حسن عسکریؑ نے اوپر اعلیٰ رقعہ کے اپنے ہاتھ سے یہ لکھا کہ تحقیق کیا گیا یہ امر پس صحیح عمل نکلا درآنحالیکہ تمہارا حمل ہے اور وہ مذکر ہے اور کہا ہارون بن موسیٰ نے کہ خود دیکھا ہے ہم نے وہ رقعہ و خط قاسم بن علی کا اور تھا وہ محقق اور فوت ہوا روز خمیس یعنی جمعرات میں اور گیارہویں وہ رات تھی ماہ جمادی الآخر ۳۲۳ ہجری سے اور مقبرہ قریش واقعہ بغداد میں مدفون ہوئے انتھٰے۔

حضرت قاسم کی اولاد نہ تھی انہوں نے امام حسن عسکریؑ کو خط لکھا۔ چنانچہ انہوں نے استخارہ و دعا فرمائی اوراللہ پاک نے حضرت قاسم کا فرزند طیار عطا فرمایا۔

حضرت جنید بغدادیؒ رائیس الصوفیہ مقتدر کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ اور وقت وفات قاسم کی دولت بنی طباطبا سی حسین بن ناصر یمن کے حاکم تھے اور دولت عبیدیہ سے قائم بامراللہ محمد بن عبیداللہ یعنی ۳۲۲ھ میں حاکم ملک مغرب کا

فوت ہوگیا تھا۔صاحب تاریخ اسلام کی دسویں کتاب اردو میں یہ بتایا کہ ۳۲۳ھ میں ہندوستان کا والی انکپال ثانی بن کنورپال تھا اور اس وقت ۹۳۴ءنہصد وسی و چہارم عیسوی تھی جس کے مطابق سمت ۹۹۱ ءنہصد ونود و یک بکرمی ہے اور ادست دولت اسلام ہسپانیہ اندلس میں عبدالرحمٰن ثالث بن محمد مقتول حاکم تھے۔اور محمد بن سلیمان آخری بادشاہ آل طولون سے مصر میں حکمران اس وقت تھا۔اور اس کے وقت طاہر بن عمرو بن لیث آخری بادشاہ و دولت بنی لیث سے بجستان ملک کا حاکم تھا۔اور اس وقت شمکیر بن زیاد بادشاہ دولت دیالمہ وے عراق کا حکمران تھا اور اسی عراق کے ایک حصہ کا حاکم اس وقت دولت بن بویہ سے عمادالدولہ بھی تھا۔اور اس وقت عمر بن الیاس سلطنت فارس کا حاکم تھا۔

طیار علوی

حضرت طیار علوی سے متعلق کتب تاریخ میں یہ احوال ملتا ہے۔شریف التواریخ از ابوالریاض شریف احمد شرافت کے مطابق وفات ۳۳۰ھ ہے۔

واما الطيار بن القاسم العلوی کان امه حميدة بنت عبدالله بن دائود بن ذکريا بن محمد بن اسمٰعيل بن الفضل بن يعقوب بن الفضل بن عبدالله بن الحارث بن نوفل بن عبدالمطلب بن هاشم و هو شيخ الاملم سية و رئيس الطائفة جليل القدر عظم المنزلة عارف بالاخبار و الرجال و الفقه و الاصولو الکلام و الادب و جميع الفضائل تنسبُ اليه و صنف فی کل فنون الاسلام وهو المعذب للقائد فی ال فروع والاصول الجامع بکمالات النفس فی العلم و عمل و توفی سنة ثلثين و ثلثمائةٍ من الهجرة و توفی فی البغدا و دفن فيه فی مقبرة القريش۔

بحوالہ: میزان قطبی مطبوعہ بیروت وصاحب میزان ہاشمی وصاحب خلاصۃ الانساب مطبوعہ مصر باب عباسی علوی

ترجمہ: واما طیار بن قاسم علوی تھا نام اس کی والدہ کا بی بی حمیدہ۔ اور دختر عبداللہ بن داؤد بن ذکریا بن محمد اسمٰعیل بن فضل بن یعقوب بن فضل بن عبداللہ بن حارث بن نوفل بن عبدالمطلب بن ہاشم ہے اور وہ شیخ امامیہ یعنی اہل شیعہ کا ہے اور رئیس شیعہ فرقہ علوی کا تھا اور وہ جلیل القدر عظیم المنزلت اور علم تواریخ و اسماء الرجال اور فقہ اور اصول اور کلام اور ادب جانتا تھا اور سب فضائل اس کی طرف نسبت کئے گئے ہیں اور اس نے اسلام کے سب فنون میں کتابیں تصنیف کی ہیں اور اس کا عقائد میں فروغ اصول کے مہذب اعتقاد تھا۔ اور کمالات نفس کے علم اور عمل میں اس کی جامعیت تھی۔ اور وہ فوت ہوا ۳۳۰ تین صد وتیس ہجری میں اور وفات ہوئی بغداد میں اور وہاں دفن کیا گیا قریش کے مقبرہ میں اکٹھے۔

حمزہ ثانی علوی

واما حمزه بن الطيار بن القاسم العلوی كان اوثق اهل زمانه عند اصحاب الحديث وغيرهم وامه فاطمة بنت اسد الفاروقی كان يصلی كل يوم خمسين ومائية ويصوم فی السنه ثلثة اشهر ويخرج زكوٰة ماله سنة ثلاث مراةٍ و ذلك لانه لما مات والده لزم على نفسه ان يصلی عنهما و يزكی عنهما ی يحج عنهما و يصوم عنهما و كل شئی من البرو الصلاح يفعله لنفسه يفعله عنهما وكانت له منزلة من الزهد و العبادة وولدسنة اثنين و ثلث مائةٍ ومات ليلة الجمعة لسعه خلون من الحرم سنة نيفٍ وتسعين و ثلث مائةٍ و دفن فی البغداد فی المقبره القريش۔

بحوالہ: میزان قطبی مطبوعہ بیروت وصاحب میزان ہاشمی وصاحب خلاصۃ الانساب مطبوعہ مصر باب عباسی علوی

واما حمزہ بن طیار علوی بن حمزہ علوی نزد اصحاب حدیث وغیرہ زمانہ کے بڑا معتبر تھا۔اور والدہ اس کی فاطمہ بنت اسد فاروقی تھی اور وہ تھا نماز پڑھتا ہر روز میں ایک سو پنجاہ رکعت اور تھا روزہ رکھتا ہر سال میں تین ماہ اور تھا نکالتا زکواۃ مال سے اپنے کی ہر سال میں تین مرتبہ اور یہ اس لئے کرتا تھا کہ جب والدین اس کے فوت ہو گئے تب اس نے اپنے نفس پر لازم کر لیا کہ ان دونوں ماں باپ کی طرف سے نماز پڑھی اور زکواۃ دونوں کی طرف سے ادا کری اور دونوں کی طرف سے حج کری اور دونوں کی طرف سے روزہ رکھے اور تھا وہ ہر شے نیک وخوب سے جب کرتا تھا اپنے نفس کے پس کرتا تھا اس کو مائی باپ کی طرف سے بھی۔اور تھا اس کے لئے منزلت زہد وعبادت میں اور پیدا ہوا وہ ۳۰۲ھ تین سو اور دو ہجری میں شہر بغداد میں اور وفات پائی اس نے رات جمعہ ساتویں تاریخ محرم میں اور ۳۹۰ تین سو نوے اور کچھ زیادہ تھے یعنی نوے پر کچھ اور افزودگی ہے اور مدفون ہوا بغداد کے مقبرہ قریش میں اکٹھے۔

حضرت حمزہ کے حالات زندگی مصابیح الجنان مصنف السید العباس الحسینی الکاشانی نے صفحہ 475 پر تحریر کئے ہیں۔حضرت حمزہ علوی ۳۰۲ھ اور وفات ۳۹۰ھ ہے۔ابو الریاض شریف احمد شرافت کی شریف التواریخ کے مطابق وفات شب جمعہ 7 محرم 390ھ ہے۔امام کرخی حنفیؒ اس کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ جن کا مزار عون بن یعلی کے مزار کے پاس ہے۔

حضرت حمزہ علوی پر کتب شائع ہو چکی ہیں جن میں حمزہ بن قاسم حال ہی میں شائع ہوئی جب کے ان کا احوال منتھی المقال فی احوال الرجال میں بھی ہے جسے ابی علی حائری محمد بن اسماعیل المازندرانی نے لکھا ہے۔

یعلیٰ قاسم علوی

حضرت ابو الریاض شریف احمد شرافت کی شریف التوارخ کے مطابق وفات 473ھ ہے

واما یعلی بن حمزہ العلوی وھو المشھور بالقاسم وامہ خدیجۃ بنت ابراھیم الصدیقی کان شاعرًا فاضلاً عالماً و رعاً عظیم الشان رفیع المنزلۃ وکان سمع الحدیث ولہ کتب کثیرۃ فی الاملیۃ وغیرھا وکان لہ ولدالعوان وھوجدالاعوان و ولدیعلیٰ سنۃ خمسۃ و ثمانین و ثلثمائیۃ و توفی سنۃ ثلثۃ و سبعین واربع مائۃٍ من الھجرۃ و دفن فی البغداد فی مقبرۃ القریش۔

ترجمہ:۔واما یعلیٰ بن حمزہ علوی پس نام پیدائشی اس کا یعلیٰ ہے اور وہ لوگوں میں لقب قاسم سے مشہور ہے اور والدہ اس کی بی بی خدیجہ بنت ابراہیم صدیقی تھے اور تھا وہ شاعر اور فاضل اور عالم اور پرہیز گار اور عظیم الشان اور بلند مرتبہ اور وہ تھا سنتا حدیث کو اور اس کی تصانیف سے کتابیں بہت ہیں مذہب شیعہ وغیرہ میں اور تھا اس کا فرزند عون نام اور وہ عون جد قوم اعوان کا ہے اور ولادت یعلیٰ کی ۳۸۵ھ تین سو اور پچاسی ہجری میں ہوئی اور وفات اس کی ۴۷۳ھ چار سو تہتر ہجری میں اور بغداد کے مقبرہ قریش میں دفن کیا گیا اتھے۔

اور عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ ولادت یعلیٰ کی ۳۸۵ھ میں واقع ہوئی صاحب تاریخ الخلفاء کا قول ہے کہ ۳۸۵ھ میں بغداد کا خلیفہ القادر باللہ بن مقتدر عباسی تھا اور اس وقت آپ کا والد حمزہ حیات تھا چنانچہ یہ بحث ذکر حمزہ میں گذر گئی ہے اور عبارت بالا سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وفات یعلیٰ کی ۴۷۳ھ میں ہوئی پس اس حساب سے عمر یعلیٰ کی سب اٹھاسی سال ہوئی مولانا شیخ جلال

الدین سیوطیؒ کتاب تاریخ الخلفاء عربی مطبوعہ محمدی لاہور میں لکھتے ہیں کہ ۴۷۳ھ
میں بغداد کا خلیفہ المقتدر بامر اللہ بن قائم عباسی تھا۔ راس الملوک سلطان محمود
سبکتگین غزنوی ۴۲۱ھ مطابق ۱۰۳۰ء کی عمر ۶۳ سال کے بعد ۳۲ سال سلطنت کر کے
فوت ہوا تھا چنانچہ تاریخ قصص ہند حصہ دوم مطبوعہ مفید عام لاہور صفحہ ۲۱ میں بھی
لکھا ہے۔ اور قائم کے زمانہ میں قدوری حنفی اور شیخ ابن ابی سینا حکیم فلسفی و ابونعیم
محدث و ابن حزم ظاہری و بیہقی و خطیب بغدادی کا انتقال ہوا اور مرزا داراشکوہ
گورگانی نے کتاب سفینۃ الاولیا مطبوعہ نولکشور طبقہ قادریہ میں لکھا ہے کہ ۴۷۳ھ
میں صوفیہ قادریہ سے بغداد میں شیخ ابوالحسن علی قریشی ہنکاری تھے۔ اور مولوی رحیم
بخش لاہوری نے تاریخ اسلام کی دسویں کتاب میں لکھا ہے کہ ۴۷۳ھ یعنی سال
وفات یعلی کی خلیفہ بغداد کا مقتدی بامر اللہ تھا اور ہسپانیہ اندلس کا حاکم یوسف
بن تاشفین حمیری تھا۔ اور ملک زنگ کا بادشاہ اس وقت الوزخشم تھا اور حکومت
اہل بیت سے اس وقت متوکل علی اللہ احمد تھے۔ اور دولت بنی طغج اخشیدیہ
مصر و شام میں ابوالفوارس احمد بن علی بن محمد اخشیدہ آخری حاکم تھا اور دولت
عبیدیہ سے اس وقت ظاہر لاعز از دین اللہ ملک مغرب کا حاکم تھا۔ اور دولت
ملوک یمن سے اس وقت غلام نجاح بادشاہ تھا اور ہندوستان میں راجہ اس وقت
راجہ کہرپال چوہان دہلی کا تاجدار تھا۔ دولت بن بویہ ملوک عراق سے اس وقت
خسرو شاہ آخری حاکم تھا اور دولت سلجوقیہ سے اس وقت تاج الدولہ حلب و شام کا
حاکم بھی حاکم تھا اور دولت بنی مرداس کی حکومت اسی سال زائل ہوئی اور دولت
سلجوقیہ ملوک روم سے اس وقت سلیمان تھا۔ اور سلطنت فارس اس وقت جلال
الدین ملک شاہ سلجوقی مذکور کے زیر حکم تھی اور اس وقت فرانس ملک میں کارلوونجن
فرقہ کی حکومت تھی اور پرشیا و جرمن ملک میں اس وقت ہنری سوم نام بادشاہ تھا

اور ملک روس کا حاکم اس وقت جیلرسلن نام اس وقت تھا اور اس وقت انگلستان کا بادشاہ ولیم منصور تھا۔اور تاریخ ہند اردو مصنفہ پوپلزئی یوسف خان مطبوعہ لاہور میں ہے کہ سنہ مذکور میں سلطان مسعود ثانی بن مودود غزنی کا تاجدار تھا۔

(-----☆☆☆-----)

عون قطب شاہؒ

علوی اعوانوں کے جد اعلیٰ حضرت عون قطب شاہ بن یعلی جو حضرت عباس علمدارؑ کی اولاد میں سے تھے بحکم شاہ عبدالقادر جیلانیؒ بسلسلہ تبلیغ وارد ہند ہوئے۔ حضرت عون بن یعلی اپنی بیوی عائشہ اور دو بیٹوں محمد اور عبداللہ کے ہمراہ یہاں آئے☆۔

علی بن قاسم و عبدالعلی و عبدالرحمٰن و ابراہیم و قطب شاہ کی پیدائش 419ھ بیان کی گئی ہے۔ آپ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کے خلفا میں تھے۔ اور بحکم شیخ صاحب وادی سون تشریف لائے۔

اس سے قبل تاریخ زاد الاعوان میں حضرت عبیداللہ بن عباس علمدارؑ سے عون بن یعلی اور عون بن یعلی کی تمام گیارہ اولادوں کا تفصیل سے ذکر اس طرح بیان ہوا ہے کہ شجرہ طریقت مادری پدری وضاحت اور موازنہ سے لکھا گیا ہے۔ یاد رہے اولاد حضرت عون المعروف قطب شاہ بن یعلی کی اولاد کے نام اور تفصیل سب سے پہلے اور صرف مولوی نور الدین سلیمانی نے لکھی۔ جن کے حوالہ جات عربی کتب ہیں۔ ایک گروہ ان کتب کے وجود سے انکار کرتا ہے۔

☆ تاریخ زاد الاعوان از مولوی نور الدین صفحہ 103-104
تاریخ حیدری از مولوی حیدر علی صفحہ 2، 3، 52
تاریخ الاعوان از شیر محمد کلا باغ صفحہ 20
الشجرۃ الزکیہ فی انساب بنی ہاشم از سید یوسف بن عبداللہ صفحہ 604
پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں از ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی صفحہ 78

ان کتب کے حق میں ہم دلائل دے چکے ہیں۔اس گروہ نے اولاد عون بن یعلی کا تذکرہ زادالاعوان سے نقل کیا ہے اور آج تک وہی لکھ رہے ہیں۔قطب شاہ سے اوپر جو ایک فرضی شجرہ جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ہمیشہ ان سے متعلق سنی سنائی بغیر حوالہ باتیں لکھ دی جاتی ہیں۔ان ناموں کی حقیقت پر بھی آپ ہماری تحقیق پڑھ چکے ہیں۔ جو حقیقت ہیں ان کی تاریخ بھی موجود ہے اور جو مکاشفوں کے بل بوتے پر افسانے تراشے جا رہے ہیں ان کا ماخذ مراۃ مسعودی ہی ایک ناقص کتاب ہے جسے ہم مسترد کر چکے۔

"یہاں اعوانوں کے عباسی النسل ہونے کے ثبوت میں علامہ ابومنصور حسن بن یوسف علی کی کتاب "خلاصۃ الانساب" کے دسویں باب کا اردو ملخص پیش کرتے ہیں جس سے اعوانوں کے اصل پر کافی روشنی پڑتی ہے۔خلاصۃ الانساب مستند کتاب ہے۔مصر میں چھپی تھی ۔اب نایاب ہے۔اس میں علامہ حسن نے ان خاندانوں کی تاریخ لکھی ہے جو عربی النسل ہیں اور عرب سے نکل کر دوسرے ممالک میں پھیلے۔علامہ صاحب غالی شیعہ ہیں اور حضرت غوث الاعظمؒ سے انہیں خاص چڑ ہے۔اس لئے حضرت عبدالقادر جیلانیؒ اور قطب شاہؒ کو کافر اور گمراہ کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔اس لحاظ سے اعوانوں کے حالات پر یہ تاریخ اور بھی معتبر ہو جاتی ہے کہ افضل ما شہادت بالاعداء

الحسن بن یوسف بن علی بن المطہر ۔ الحلی الشیعی جمال الدین ابوالمنصور

ولادت 648 ہجری وفات 722 ہجری

1248ء 1322ء

علامہ ابوالمنصور کی کتاب "خلاصۃ الانساب" کے دسویں باب کے ایک حصے کا اردو خلاصہ جو سلطان محمود اعوان نے اپنے مقالہ اعوان میں شامل کی۔

گورنمنٹ کالج نوشہرہ وادی سون کے رسالہ ضیائے سون (میر قطب شاہ نمبر ۸۴-۱۹۸۳ء) سے اقتباس پیش کرتے ہیں۔ملک سلطان محمود نے علی گڑھ اور بعد میں پنجاب یونیورسٹی سے تاریخ، پولیٹیکل سائنس اور فارسی میں ایم اے کیا تھا اور گولڈ میڈل بھی حاصل کیا تھا۔

شجرہ نسب:۔ عون بن یعلیٰ بن حمزہ بن طیار بن قاسم بن علی بن جعفر بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؓ بن علیؓ بن ابی طالب سلام اللہ علیہم۔

اس سے آگے حضرت عباسؓ بن علی کرم اللہ وجہہ سے لے کر عونؒ بن یعلیٰ تک شجرہ سے متعلق اصحاب کے حسب نسب کی تفصیل دی ہے۔جس کا ذکر طوالت کا موجب ہو گا۔البتہ حضرت قطب شاہؒ اوران کے صاحبزادے عبداللہ کے بارے میں جوکچھ انہوں نے لکھا ہے۔وہ درج ذیل ہے:۔

''عون بن یعلیٰ معروف قطب شاہ وعبدالعلی آپ کی والدہ فاطمہ بنت محمد بن علی بن داؤد بن قاسم بن عبداللہ بن محمد بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس بن علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہم تھیں۔وہ اچھی طبعیت اور باریک سمجھ کے آدمی تھے اور حاضر جوابی میں بھی کمال رکھتے تھے۔مگر عبدالقادر جیلانیؒ کے اغوا سے ان کے مذہب میں خلل واقعہ ہوگیا کیونکہ ان کی عورت عائشہ تھی۔ اس کے ہم مشربوں نے ان کی تعریف میں کہا ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت کے شیخ اوراس فرقے کے امام تھے۔نہایت جلیل القدر اور بلند مرتبہ شخص تھے۔ طریقت میں زمانہ کے قطب، حقیقت میں عارفِ کامل اور شریعت میں عظیم الشان بزرگ تھے۔شیخ عبدالقادرالجیلانیؒ کے حکم سے ہندوستان میں آ کر اقامت پذیر ہو گئے۔ان کی اولاد عائشہ سے عبداللہ ہے جو ہندوستان میں گورڑا مشہور ہے جو کہ گورا کی تصغیر ہے۔گورے رنگ کی وجہ سے ہندوؤں نے اسے یہ لقب

دیا تھا کیونکہ وہ گورے رنگ کا مجاہد، بہادر اور ان کا واعظ تھا۔ یہ صحیح ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ اس کا نام گوہر علی رکھا گیا ۔ دوسرا محمد تھا جو کندلان کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہ شیخ مذکور کا دربان تھا"۔

علامہ موصوف آگے چل کر لکھتے ہیں۔

"پھر وہ تمام متبعین کے ساتھ بغداد پہنچے اور شب جمعرات ۳ رمضان ۵۵۶ ء ہجری میں فوت ہوئے اور قریش کے مقبرے میں دفن ہوئے ۔ان کی نماز جنازہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے پڑھائی"۔ ان کے مزار کے بارے میں عتابات عالیات عراق ڈاکٹر اصغر قائدان نے اپنی تحریر میں واضح کیا کہ قبر دوتن از اولاد علی کرم اللہ وجہہ بنام عون وعبداللہ درآں سوئے باب البصر وسمت شرقی مقابر کاظمین قرار ارد۔ سفرنامہ ابن بطوطہ حصہ اول مترجم رئیس احمد جعفری صفحہ 245 پر حضرت عون بن یعلیٰ کی قبر کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ھذا قبر عون من اولاد علی بن ابی طالب

یہ عون کا مزار ہے علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے ہیں۔

محمد حسن خان مراۃ البلدان میں صفحہ 412 پر بھی ذکر کرتے ہیں۔

عبداللہ بن عونؒ

حضرت محمد عبداللہ المعروف گولڑہ عون بن یعلیٰ کے بڑے صاحبزادے ہیں جن کی اولاد وادی سون میں آباد ہے یہاں سے حضرت عبداللہ تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں خانقاہ ڈوگراں کے مقام پر تشریف لے گئے۔ انہوں نے شہاب الدین غوری کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا اور تراوڑی تک گئے۔ ان کے بارے میں خلاصۃ الانساب کے باب دہم میں لکھا ہے جس کا اردو ترجمہ یوں ہے:۔

"وہ پہلے ہمارے ہم مذہبوں کی محبت سے مومن تھے۔ پھر شیخ مذکور کے

اغوا سے اپنے باپ کی طرح شیخ کے تابع ہو گئے۔ان کی والدہ عائشہ بنت عبداللہ صومعی بن ابی جمال الدین محمد بن محمود بن عبداللہ بن عیسی بن محمد الجواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی سلام اللہ علیہ تھیں۔وہ بھی شیخ مذکور کے ایما سے اپنی اولاد اور تین سو تابعین کے ساتھ ہندوستان میں اپنے باپ کی جگہ پر تشریف لائے۔یہ واقعہ ۵۵۹ ہجری کا ہے"۔

اس سے آگے علامہ صاحب لکھتے ہیں۔

"میزانِ قطبی میں ہے کہ پھر وہ شیخ کے حکم سے ہندوستان واپس آئے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے باپ کی جائے اقامت پر پہنچے۔وہ جگہ پہاڑ سکیسر اور کرانہ کے درمیان ہے جو علاقہ سون کے نام سے مشہور ہے۔وہاں چھ ماہ مقیم رہے اور کچھ اولاد اور کمزور آدمیوں کو طاقتور اور برگزیدہ آدمیوں کی حفاظت میں چھوڑ کر لاہور چلے گئے۔اور وہاں گشت لگا کر بہت سے کفار کو مشرف بہ اسلام کیا اور ان کے ہاتھ پر بہت سے نیک آدمیوں نے بیعت کی۔اس ملک میں ان کی کرامات کا خوب شہرہ ہو گیا اور مرجع خلائق بن گئے۔یہاں تک کہ انہوں نے ہندوؤں کے ایک معزز خاندان مسلمان شدہ کھوکھروں کے گھر شادی کر لی۔چند سال وہاں مقیم رہے ان کی اولاد پیدا ہوئی اس جگہ کا نام خانقاہ علویین رکھا گیا۔اب وہ خانقاہ ڈوگراں کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہ مسلمان قوم ڈوگر کے مشائخ کا مدفن ہے۔اتفاقاً انہوں نے اپنی ضیافت گاہ میں ایک روز کچا دودھ استعمال کیا، ان لوگوں کی رسمِ قدیم دودھ ابال کر استعمال کرنے کی تھی۔اس سے بڑے چھوٹے شریر اور بدمعاشوں کی جماعتوں میں شورش پیدا ہو گئی۔ایک نے کہا کہ مسلمانوں کے شیخ نے اپنے احسان کرنے والوں کو اس برائی سے اچھی جزا دی۔

شیخ کو ایک مرید نے اس کی اطلاع دے دی۔ اس نے لاحول ولاقوۃ پڑھا۔ پھر انہوں نے ہر ایک گائے کو جمع کرنے اور ان کے تھنوں پر جوتیاں مارنے کا حکم دیا اور کھانے کے لئے ذبح کرنے کا۔ اس اجتماع سے تھنوں میں جو لہو تھا وہ صاف دودھ بن گیا۔ اس سے اشراف کے دلوں میں یقین زیادہ ہو گیا اور کفار کے دلوں میں نفاق جاگزین ہو گیا۔ انہوں نے قتل کی ٹھان کر آپس میں مشورہ کیا اور اندھیری رات میں ان کو اکیلا پا کر ان کے منہ میں قلعی ڈال کر انہیں قتل کر دیا اور قصاص کی پرواہ نہ کی۔ وہ شہید ہو گئے۔ رحمت اللہ تعالیٰ۔

علی الصبح شیخ کے آدمیوں میں ان کے قتل کی خبر مشہور ہو گئی۔ ایک نے کہا۔ "اے گروہ مسلمانان اس طریقہ سے تم بہادری اور شجاعت کی صفات سے بہرہ ور اور رعب وخطرہ کی صفات سے سرفراز ہو۔ اب اللہ کا تم پر حق ہے اللہ اور رسول اکرم ﷺ کے لئے اٹھو اور اللہ کے دشمنوں سے قصاص حاصل کرو اور کفار کو ان کے بد اعمال کا بدلہ دو۔ اس سے مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا اور انہوں نے سخت حملہ کیا اور تمام دن لڑتے رہے۔ کفار رات کو اپنے گھروں میں جاگزیں ہو گئے۔ مسلمانوں نے پھر ان پر حملہ کر دیا۔ کچھ کافر مارے گئے باقی بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے گھروں میں ان کی عورتوں اور لڑکوں کو پکڑ کر قید کر لیا اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ انہوں نے ان کی نعش کو اٹھا کر قبۃ الشہداء میں دفن کر دیا۔ پھر وہ اس نعش کے ساتھ اول جائے اقامت کی طرف آئے اور اس جگہ سے جنوبی پہاڑوں کی بلندی پر شب باش ہوئے۔ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ جگہ ان کا مدفن ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ انہیں دوسرے روز اقامت کی جگہ پر لے گئے اور وہاں دفن کر دیا۔ یہ واقعہ سوموار ۵۸۰ ہجری کا ہے پھر تیرہ ماہ کے بعد انہیں نکال کر ان کے صندوق کو مدینۃ الاسلام بغداد شریف

میں لے گئے اور شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی قبر کے پاس دفن کر دیا"۔

یہ تفصیلات علامہ ابوالمنصور حسن بن یوسف صاحب خلاصۃ الانساب نے بیان کی ہیں۔

چورہ دادا گولڑہ

وادی سون کے گاؤں کھوائی کے قریب دادا گولڑہ کا مقام ہے جہاں حضرت عبداللہ گولڑہ کا چورہ ہے۔ جس کے متعلق سینہ بہ سینہ علاقائی روایات کے مطابق حضرت عبداللہ گولڑہ کو خانقاہ ڈوگراں کے قریب میاں آلی کے مقام پر جب شہید کر دیا گیا تو ان کی میت موجودہ چورہ والے مقام پر امانتاً دفن کی گئی اور یہ طے ہوا کہ جب تک انتقام نہ لیا جائے گا میت بغداد روانہ نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ 13ماہ کے بعد حضرت عبداللہ گولڑہ کا انتقام لینے کے بعد میت بغداد روانہ کی گئی تھی۔

وادی سون میں اعوان قبیلہ کے لئے یہ سب سے بڑی زمینی حقیقت ہے۔ جسے کوئی بھی محقق، تاریخ دان رد نہیں کر سکتا۔ کیونکہ زمینی حقائق، علاقائی روایات، منظوم قصے اور انساب کے شجرہ جات سب ان باتوں پر متفق ہیں۔ چورہ ایک عربی رسم ہے جو صرف عرب میں مروج ہے چورہ سمیت متعدد عربی رسم و رواج اور بول چال کے عربی الفاظ آج بھی وادی سون کے باسیوں کے عربی النسل ہونے کا ثقہ ثبوت ہیں۔

محمد بن عون بن یعلیٰؒ

مولوی نورالدین مرحوم نے اپنی معروف تصنیف "زادالاعوان" میں محمد بن عون بن یعلیٰ کے بارے میں میزان قطبی، میزان ہاشمی، اور خلاصۃ

الانساب کے علاوہ جو حوالے دیئے ہیں ان میں سے ایک عربی کتاب الضیاح العیاد فی تاریخ مشائخ البغداد مطبوعہ اسلام بول باب المشائخ من عصر الشیخ عبدالقادر الجیلیؒ میں میر خلیل بن عبدالمسبین ہمدانی لکھتے ہیں۔

ترجمہ۔" وہ مشائخ کہ ہمزمان شیخ جیلانی کے تھے۔منجملہ ان کے محمد بن عون بن قاسم بن حمزہ بن طیار ہے اور سلسلہ نسب اس کا علی بن ابی طالب کو پہنچتا ہے اور والدہ اس کی بی بی عائشہ سادات اولاد امام حسین کے سے تھی اور متولد ہوا بغداد میں ۵۷۴ء ہجری میں اور تھا وہ یاران شیخ عبدالقادر جیلانی کے اور بھائی اس کا عبداللہ ہے۔پس سفر کیا اس نے اور والد اور برادر اس کے نے ہند کی طرف اور اکثر لوگ اس کے ہاتھ پر اسلام میں مشرف ہوئے۔پھر واپس چلا گیا اور وفات پائی قدس سرہ نے ماہ شعبان ۶۱۶ ہجری میں اور وہ ایام خلیفہ بغداد ناصر الدین عباسی کے تھے اور وہ مدفون ہوا باپ دادا کے پاس"۔

لوگ اسے کندلان کہتے تھے کہ وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی دربانی کرتا تھا۔بعد میں کثرت استعمال سے کندلان کی جگہ کنڈان معروف ہوا۔

دیگر ازواج و اولاد عون قطب شاہؒ

قطب شاہؒ کی ازواج اور اولاد کے بارے میں سب سے پہلے مولوی نورالدین نے زادالاعوان میں تفصیل سے ذکر کیا۔جن مصنفین نے اعوانوں کو صرف حضرت محمدؓ بن حنیفہ کی اولاد ماننے پر اصرار کیا ہے۔ان کا بنیادی تاریخی ماخذ مراۃ المسعودی ہے۔لیکن مراۃ المسعودی یا آئینہ مسعودی میں کہیں بھی میر قطب حیدر کی ازواج اور اولاد کا ذکر نہیں ہے۔ہمارے خیال میں ان مصنفین نے میر قطب حیدر کی اولاد اور ازدواج کے بارے میں میزان قطبی، میزان ہاشمی اور خلاصۃ الانساب کے جو حوالے مولوی نورالدین مرحوم نے اپنی معروف

تصنیف " زادالاعوان" میں دیے ہیں وہی نقل کر دیے ہیں۔ حالانکہ موصوف قطب شاہی اعوانوں کا سلسلۂ نسب حضرت عباس علمدارؓ سے ملاتے ہیں۔

چنانچہ یہاں مولوی نورالدین مرحوم ہی کی بیان کردہ تفصیلات کو پیش کر رہے ہیں۔جو انہوں نے اپنی مشہور تصنیف " زادالاعوان" میں میزان قطبی، میزان ہاشمی، اور خلاصۃ الانساب کے حوالے سے لکھی ہیں۔

مولوی نورالدین مرحوم نے قطب شاہ کی چار ازواج، گیارہ فرزند اور تین دختران کا ذکر کیا ہے جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ بی بی عائشہ جن کا سلسلہ نسب حضرت امام حسینؓ سے ملتا ہے اور جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی خالہ تھیں۔ان کے بطن سے حضرت قطب شاہؒ کے دو صاحبزادے عبداللہ اور محمد کندلان تھے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

۲۔ دوسری بی بی زینب تھیں جن کے تین بیٹے۔

(۱) مزمل علی کلگان، (۲) جہان شاہ دریتیم (۳) زمان علی کھوکھر اور ایک بیٹی رقیہ تھیں۔

۳۔ تیسری بی بی خدیجہ۔ان کے بھی تین بیٹے

(۱) نجف علی محمد یحیٰ (۲) فتح علی کلدان (۳) محمد علی چوہان اور ایک بیٹی فاطمہ تھیں۔

۴۔ چوتھی بی بی ام کلثوم۔ان کے بھی تین بیٹے

(۱) نادر علی محمد عثمان (۲) بہادر علی محمد صالح (۳) کرم علی شاہ محمد رؤف اور ایک بیٹی ہاجرہ تھیں۔

ان کی تفصیل گل سلطان اعوان کی کتاب " تذکرۃ الخواص فی نسب آل عباس علمدارؓ" میں پیش کیا جا رہا ہے۔

کتب حوالہ جات

١ قرآن کریم
٢ مسلم شریف
٣ ترمذی شریف
٤ نسب قریش — لابی عبداللہ المصعب
٥ زادالاعوان — مولوی نورالدین
٦ باب الاعوان — مولوی نورالدین
٧ الشجرۃ الزکیہ — سید یوسف بن عبداللہ
٨ سر سلسلۃ العلویہ — لابی نصر البخاری
٩ الشجرۃ الطیبہ — سید فاضل الموسوی
١٠ تاریخ علوی — مولوی حیدر علی
١١ تاریخ حیدری — مولوی حیدر علی
١٢ تاریخ قوم اعواناں — محمد اسحاق اعوان
١٣ صفحات چکوال — ملک محمد نواز
١٤ مجلہ ضیائے سون — قطب شاہ نجبر
١٥ ماہنامہ الاعوان — اگست 1972ء
١٦ توضیح الانساب — محمد سرور خان اعوان
١٧ وادی سون سکیسر — محمد سرور خان اعوان
١٨ وادی سون سکیسر — احمد غزالی
١٩ مراۃ الاسرار — عبدالرحمن چشتی
٢٠ تاریخ پشاور — منشی گوپال داس
٢١ لاہور تاریخ کے آئینے میں — میر سید بخاری
٢٢ معطر سون — شاہ ولی اعوان
٢٣ مشاہیر سون — شاہ ولی اعوان
٢٤ معارف الاعوان — محمد ریاض انول اعوان
٢٥ مقالہ علوی اور اعوان — مرتبہ بلال مہدی
٢٦ تحقیق الانساب — محمد علی رونق صدیقی
٢٧ گزیٹیر ضلع گورداسپور 1915ء
٢٨ Conquest & Comunity — شاہد امین
٢٩ روحانی رابطہ زبان پشتو — عبدالحلیم اثر افغانی
٣٠ مصباۃ التواریخ — مولانا عبدالمجید سنجھلی
٣١ مراۃ مسعودی ترجمہ — ترجمہ زبیر احمد گلزاری
٣٢ نسب الصالحین — حاجی جہاندا داعوان
٣٣ تاریخ علوی اعوان — محبت حسین اعوان
٣٤ اعوان گوتیں — محبت حسین اعوان
٣٥ تحقیق الاعوان — محمد خواص خان
٣٦ تذکرہ الاعوان — شیر محمد کالا باغ
٣٧ تاریخ اعوان — شیر محمد کالا باغ
٣٨ تاریخ ہزارہ — ڈاکٹر شیر بہادر پنی
٣٩ تاریخ بناکتی — ابو سلیمان بناکتی
٤٠ التحقیق — ترتیب زبیر احمد گلزاری
٤١ البدایہ والنہایہ — ابن کثیر
٤٢ تاریخ افغان — گنڈا پور
٤٣ تاریخ فیروز شاہی — شمس سراج عفیف
٤٤ طبقات ناصری — محمد منہاج الدین
٤٥ منتخب التواریخ — محمد ہاشم خراسانی
٤٦ نزھت الخواطر — علامہ الشریف عبدالحی
٤٧ انوار شمسیہ — امیر بخش سیالوی
٤٨ اعجاز خسروی — امیر خسرو
٤٩ سرزمین سرگودھا — شیخ محمد حیات
٥٠ تاریخ اجمیر — نثار الملک میرا نجی
٥١ مختصر التاریخ — ابن الکازونی
٥٢ تاریخ داؤدی — عبداللہ

کتاب	مصنف	کتاب	مصنف
نیل الفرات فی تاریخ ابن خلدون	محی الدین بلال	تاریخ فیروز شاہی	ضیاالدین برنی
منتخب التواریخ	مگ جیون داس اختیر داس	سفرنامہ ابن بطوطہ	ترجمہ رئیس احمد جعفری
حکایات عالیات عراق	ڈاکٹر اصغر قائدان	منتخب التواریخ	مرتضیٰ حسین
تاج المآثر	صدر الدین حسن نظامی	منتخب التواریخ	عبدالقادر بدایونی
تاریخ التواریخ جلد۲	محمد تقی	مراقد المعارف	محمد حرز الدین
فضائل الفتوح	امیر خسرو مترجم محمد وحید	مستفرق تواریخ اودھ	سید کمال الدین حیدر
جامع التواریخ	رشید الدین ہمدانی	ظفر نامہ	شرف الدین علی یزدی
مفتاح الفتوح	اعثم کوفی	مطلع السعدین	عبدالرزاق ثمرقند
فتوح السلاطین	خواجہ عبدالمالک	پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں	عبدالمجید سندھی
تحفۃ الاحباب فی بیان الانساب	محمد خلیل اللہ انصاری	آثار البلاد و اخبار العباد	زکریا بن محمد قزوینی
صورت الارض	ابو زید بلخی	معجم الوافی	جلد سوئم
تاریخی شاہی مسجد یحییٰ و	مولانا طاہر محمد اطہر من	جغرافیہ البازالاشہب	ڈاکٹر جمال الدین فالح الکیلانی
آثار صالحین	پیر حبیب بخش مخدوم		
تاریخ بیہقی	ابوالفضل بیہقی	تاریخ یمینی	ابونصر محمد عتبی

افکار الاعوان پاکستان (ریسرچ کمیٹی)

نام	عہدہ	فون
کیپٹن (ر) غلام محمد اعوان	سرپرست اعلیٰ	03005571329
محمد ریاض انوال اعوان	ممبر کمیٹی	03015064018
گل سلطان اعوان	ممبر کمیٹی	03016772067
شاہ دل اعوان ایڈووکیٹ	ممبر کمیٹی	03008608035
خورشید حسن علوی اعوان	ممبر کمیٹی	03027974009
شفقت عباس اعوان ایڈووکیٹ	ممبر کمیٹی	03009750735
عدنان عالم اعوان	ممبر کمیٹی	03035264411
ضیغم سلطان اعوان	ممبر کمیٹی	03454040308

افکار الاعوان پاکستان (ممبران)

☆	صاحبزادہ شاہ سلطان اعوان	نکی خوشاب
☆	ملک خدا داد اعوان	کنڈ خوشاب
☆	میاں سلطان صلاح الدین اعوان	اچھالی وادی سون
☆	میاں ثاقب الدین اعوان	اچھالی وادی سون / انگہ
☆	ملک غلام محمد اعوان	ڈھاکر وادی سون
☆	صوفی محمد سراج اعوان	کھڑمی وادی سون
☆	ملک غلام حیدر اعوان	کھبیکی وادی سون
☆	اکرام الحق اعوان	کھبیکی وادی سون
☆	ملک اختر اعوان	کھبیکی وادی سون
☆	ملک ریاض اعوان	پیل وادی سون
☆	پرنس ملک نذیر اعوان	نوشہرہ وادی سون
☆	ملک نذیر گل آل اعوان	نوشہرہ وادی سون
☆	میاں محمد ثاقب اعوان	واہ راولپنڈی
☆	ملک محمد سلیم اعوان	ٹھٹھے والی میانوالی
☆	ملک لشکر علی اعوان	ڈھکک نور پور خوشاب
☆	محمد حفیظ اقبال اعوان	کوٹ سارنگ چکوال
☆	ملک منظور یار اعوان	مردوال وادی سون
☆	ملک محمد اقبال کرمانی اعوان	مردوال وادی سون
☆	ملک نعمان افتخار اعوان	مردوال وادی سون
☆	ملک دستگیر اعوان	مردوال وادی سون
☆	سیف الرحمن اعوان	مردوال وادی سون
☆	شہزادہ اکرم اعوان	مردوال وادی سون
☆	ملک جاوید اقبال اعوان	کوٹ اعوان سرگودھا
☆	ملک رب نواز اعوان	کوٹ اعوان سرگودھا
☆	محمد آصف ترکا اعوان	کوٹ اعوان سرگودھا

نام	مقام
☆ نادر علی اعوان ایڈووکیٹ	اسلام پورہ سرگودھا
☆ نادر فواد اعوان	عطر شیشہ مانسہرہ
☆ مدثر جاوید اعوان	ہری پور ہزارہ
☆ شکیل احمد اعوان	میرا لوہڑ وسر جوہرآباد
☆ ملک مشتاق اعوان	کٹھی وادی سون
☆ محمد عثمان اعوان	مصطفےٰ آباد وادی سون
☆ غلام مجتبیٰ اعوان	صدیق آباد وادی سون / کوٹ اعوان سرگودھا
☆ ملک منصور حیات اعوان ایڈووکیٹ	37 شمالی سرگودھا
☆ ملک مختار احمد اعوان	فیصل آباد / مردوال وادی سون
☆ ملک دلباز اعوان	چک 379/لودھراں
☆ ملک محمد امیر اعوان	گلشن حدید کراچی
☆ ملک سکندر اعوان	وادیکٹی سانگھڑ
☆ ملک غلام علی اعوان نمبردار	کٹھی وادی سون
☆ ملک سیف الملوک اعوان	ڈھکانی وادی سون
☆ ملک ارباب سکندر اعوان	شہباز خیل میانوالی
☆ ملک صدیق اعوان	رکھی وادی تھل میانوالی
☆ ملک شاہد حسین اعوان	عیسیٰ خیل میانوالی
☆ فدا محمد اعوان	شادیہ میانوالی
☆ ملک غلام حبیب اعوان	کھڈی وادی سون
☆ انجینئر حنیف اللہ اعوان	یوزو خیل سورانی بنوں
☆ شاہد رحمان اسد اعوان	ڈیرہ اسماعیل خان
☆ ملک مدثر اعوان	پنڈ دادنخان جہلم
☆ ملک ابرار اعوان	اعظم مارکیٹ سرگودھا
☆ ملک دوست محمد جڑول اعوان	جبی خوشاب
☆ ملک اختر نواز اعوان	جوہرآباد
☆ میاں محمد ذاکر اعوان	امب شریف وادی سون
☆ میاں فضل الرحمٰن اعوان	امب شریف وادی سون
☆ ملک حاجی احمد اعوان	مگروال خوشاب

☆ ملک سہیل اعوان	انگہ وادی سون
☆ ملک سیف اللہ اعوان	اوچھالی وادی سون
☆ ڈاکٹر محمد فاروق اعوان	سکھروال وادی سون
☆ ملک غوث محمد اعوان SVDP	اوگالی وادی سون
☆ قاضی شہاب فدرین علوی	ڈیرہ غازی خان
☆ محمد جمیل اعوان	ژوب بلوچستان
☆ سیف اللہ جان اعوان	پشاور
☆ محمد اکرم ضیاء اعوان	تلہ گنگ چکوال
☆ ملک مخدور اعوان	پدھراڑ خوشاب
☆ میاں انجم آفاقی	مینڈ چکوال
☆ حاجی محمد سلیمان اعوان	فتح جنگ اٹک
☆ محمد کعب شریف اعوان	بھلہ چکوال
☆ محمد زاہد اعوان	حافظ آباد
☆ غلام نازک اعوان	شجاع آباد ملتان / سکھروال وادی سون
☆ ملک محمد ظہیر اعوان	لاہور / مردوال وادی سون
☆ ملک جہانداد اعوان	چٹرنگرال اسلام آباد
☆ سکندر حیات اعوان	فیکٹری ایریا سرگودھا
☆ اللہ یار اعوان	چک 50 فتح چنتیاں
☆ علی رضا اعوان	سرگڑھن سوہاوہ جہلم
☆ ملک ابوبکر اعوان	کھڈی / سرگودھا
☆ ظفر علی ناز	کھوڑہ وادی سون
☆ ثاقب اکبر اعوان	کھوڑہ وادی سون
☆ ملک محمد اختر اعوان	اوڑہ خوشاب
☆ ملک ساجد مجیب اعوان	58 شمالی سرگودھا

خواتین ونگ

☆ محترمہ وفا اکبر اعوان	کھوڑہ وادی سون
☆ محترمہ شمیلہ اعوان	نوشہرہ وادی سون
☆ محترمہ عامرہ بتول اعوان	مظفر آباد / اسلام آباد
☆ محترمہ رباب اعوان	پیروسودگی وادی سون
☆ محترمہ حلیمہ مختار اعوان	شمس آباد راولپنڈی

﴿حسن ترتیب﴾

شجرہ نسب مصنف شاہ دل اعوان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔حضرت عباس علمدارؒ حضرت عبید اللہ علویؒ حضرت حسن علویؒ ۔حضرت حمزہ علویؒ اول۔حضرت جعفر علویؒ ۔حضرت علی علویؒ ۔حضرت قاسم علویؒ ۔حضرت طیار علویؒ ۔حضرت حمزہ علویؒ ثانی۔حضرت یعلیٰ قاسم علویؒ ۔حضرت عون قطب شاہ علوی بغداویؒ ۔حضرت عبداللہ المعروف گولڑہؒ اعوان۔احمد علی لقب بدرالدین اعوان ۔محمد علی لقب حسن دوست اعوان ۔ملک طور اعوان ۔ملک انور علی اعوان المعروف خانان عرف کھلان ۔ملک بدر علی اعوان ۔ملک درویش اعوان ۔ملک جسارت علی اعوان۔ ملک اللہ وسایا اعوان۔ملک پیر بخش اعوان۔ملک طور اعوان۔ملک ہمایوں اعوان۔ملک ایاز اعوان۔ ملک مردان علی اعوان عرف مردیانی مردوال۔ملک میاں محمد اعوان عرف وڈو شاخ ممدال۔ملک سرور اعوان۔ملک مرید اعوان ۔ملک آیت اللہ اعوان ۔ملک اللہ داد اعوان ۔ملک مہر اعوان۔ملک خان اعوان ۔ملک چراغ اعوان ۔ملک فتح اعوان ۔ملک امیر باز اعوان۔ملک شاہنواز اعوان ۔ملک غلام محمد اعوان عرف ترکا۔عطا محمد اعوان۔شاہ دل اعوان

شجرہ نسب جد مردوال ترتیب گل محمد اعوان
عکس مردوال کھاتہ 19 سرکاری بندوبست سوئم 1913ء
عکس شجرہ مردوال وادی سون بندوبست اول 1864ء
سرکاری شجرہ نسب مصنف شاہ دل اعوان
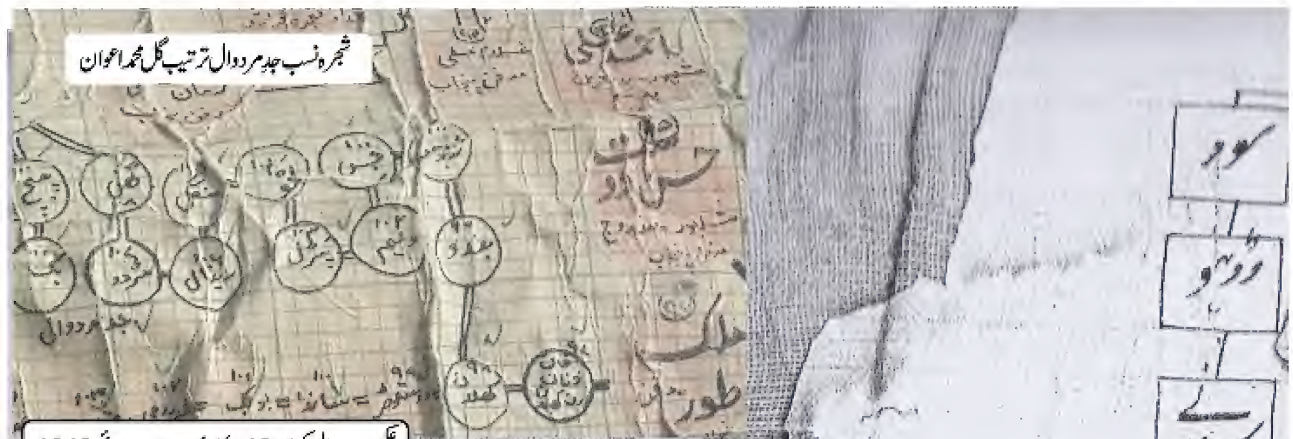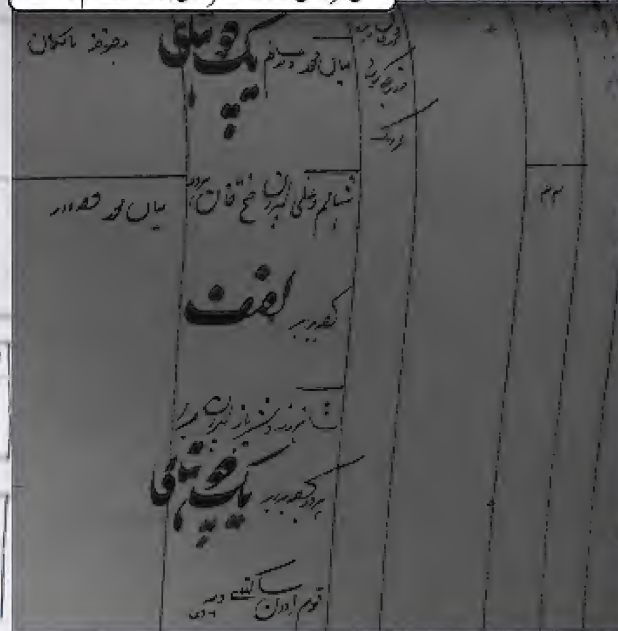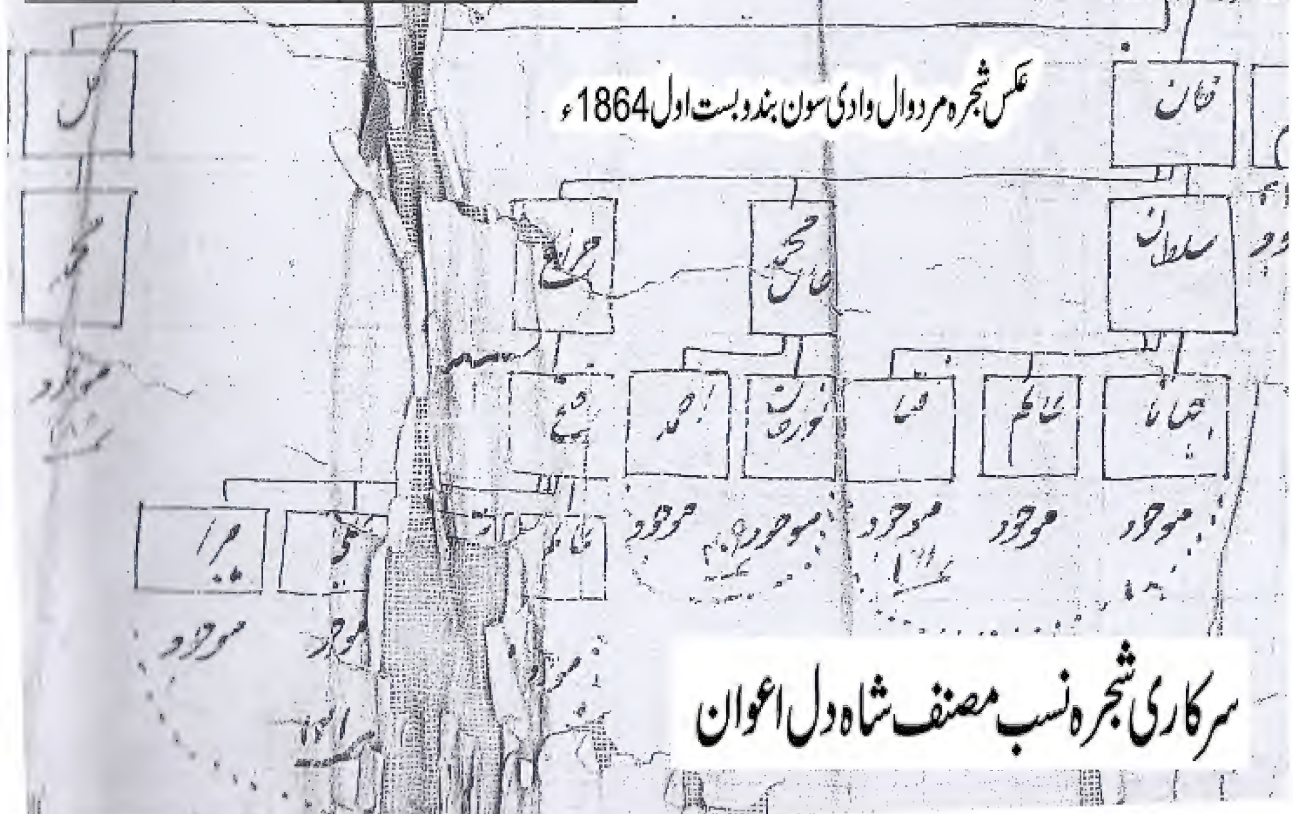
- تنہائیاں اے کاش نہ ہوتیں (شاعری) 2005ء
- منظر سون (سفرنامہ) 2009ء
- زخم تازہ ہیں (شاعری) 2010ء
- قادیانیوں کے کفر اور راہ نجات (تحقیق) 2010ء
- مشاہیر سون (تاریخ) 2015ء
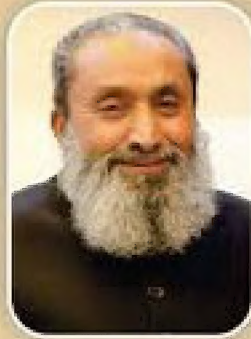
اس میں کوئی شک نہیں کہ شاہ دل اعوان کی یہ کتاب اعوان قبیلے کی تاریخ اور اس کی آگہی کے سلسلہ میں ایک بہترین اضافہ ہے۔ مصنف نے نئے انداز میں متعلقہ تواریخ اور معاصر ذرائع کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور تجزیے میں وہ شواہد بھی سامنے آئے جو پہلے پردہ اخفا میں تھے۔ بہرحال امید ہے کہ اس کتاب کے منظر شہود پر آنے سے تاریخ تحقیق وتالیف سے متعلق جو فکری سکوت کا خلا تھا خاطر خواہ حد تک پُر ہو جائیگا۔

ISBN 978-969-23-1030-7

9 789692 310307

ادارہ افکارِ اعوان پاکستان

2۔ رمدے بلاک، ایف ایٹ مرکز، اسلام آباد

E-mail:awan@alviawan.com

Web:www.awans.com.pk